آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے ... تسلی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد ۸ | بابت ماہ جنوری ۱۹۰۹ء | نمبر ۱

فہرست مضامین

قادیان ضلع گورداسپور سے ۲۰ جنوری ۱۹۰۹ء کو صدر انجمن احمدیہ کے اہتمام سے شائع ہوا۔ چندہ سالانہ عوام سے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

مذہبی فرقوں کا تباغض و تحاسد اور محکمہ تفتیش پر ایک سرسری نظر

بہت سے امور ایسے ہیں جن میں مغرب کی مہذب اور تعلیم یافتہ قوموں نے مشرق کے غیر تعلیم یافتہ لوگوں سے ابھی قدم آگے نہیں بڑھایا۔ مختلف مذہبی فرقوں کی عداوتیں اور کینے جو گذشتہ زمانے میں عیسائی ممالک کے اندر سخت سے سخت مظالم اور وحشیانہ افعال کے ارتکاب کا باعث ہوتے رہے ہیں ابتک بھی مغربی اور مشرقی ممالک میں کبھی کبھی اپنا رنگ دکھاتے رہتے ہیں۔ لنڈن میں جو مادی تہذیب کا مرکز اور آزادی اور آزاد خیالی کی گویا زاد بوم ہے وزیر اعظم انگلستان کو رومن کیتھولک عیسائیوں کے ایک عظیم الشان مذہبی جلسہ پر ایک خاص مذہبی رسم کے کھلے طور پر ادا کیا جانیکو روکنا پڑا۔ کیونکہ اندیشہ تھا کہ اس رسم کی ادائگی سے پراٹسٹنٹ عیسائیوں کے دلوں میں مذہبی دیوانگی کا جوش بھڑک نہ اٹھے جسکا نتیجہ فساد اور خونریزی ہو۔ ادھر ہندوستان کے اندر لکھنؤ میں شیعوں اور سنیوں کے جھگڑوں اور فسادوں کے متعلق جو محرم کے موقعہ پر ظہور میں آتے رہتے ہیں ممالک متحدہ کی گورنمنٹ کو ایک رزولیوشن ان جھگڑوں کے انسداد کیلئے پاس کرنیکی ضرورت پیش آئی ہے جس طرح پراٹسٹنٹ اور رومن کیتھولک ایک دوسرے کے

ساتھ صلح اور اتفاق سے نہیں رہ سکتے اسی طرح شیعہ اور سُنّی بھی اتحاد اور یگانگت کے ساتھ گذارہ نہیں کر سکتے۔

رومن کیتھولک عیسائیوں نے عشائے ربانی کے منانے کے لیئے ایک عظیم الشان جلسہ گذشتہ ستمبر میں لنڈن میں کیا۔ جس میں رومن کیتھولک مذہب کے وکیل دنیا کے تمام حصوں سے شامل ہوئے اور پوپ کا وکیل لاٹ پادری وینوٹلی ان سب کا سردار تھا۔ کہا جاتا ہے کہ صدیوں کے بعد یہ پہلا موقعہ تھا کہ ایک رومن کیتھولک کلیسیا کے ایک ایسے جلیل الشان عہدہ دار نے انگلستان کی سرزمین میں جو پراٹسٹنٹوں کا گھر ہے قدم رکھا ہو۔ اس جلسہ کے پروگرام میں سب سے بڑی دلچسپی کی بات وہ جلوس ہونا تھا جسکے متعلق یہ تجویز تھی کہ وہ "خداوند" کو کندھوں پر اُٹھاکر بازاروں میں گشت کرے۔ یہ فقرہ کسیقدر تشریح کا محتاج ہے۔ عشائے ربانی کی رسم کو پراٹسٹنٹ اور رومن کیتھولک عیسائی دونوں ادا کرتے ہیں۔ مگر دونوں کے خیال میں تھوڑا سا فرق ہے۔ اس رسم کے بموجب جسکا ادا کرنا ہر ایک عیسائی کے لیئے ضروری ہے روٹی کے توڑنے اور شراب کے پینے میں سب عیسائی شریک ہوتے ہیں اور اس روٹی کو مسیح کا گوشت اور شراب کو مسیح کا خون تصور کیا جاتا ہے۔ مگر دونوں فرقوں میں فرق صرف یہ ہے کہ پراٹسٹنٹوں کے نزدیک روٹی اور شراب کی ماہیت نہیں بدلتی اور رومن کیتھولک کے نزدیک قلب ماہیت کے اعتقاد کے رو سے روٹی واقعی بدل کر مسیح کا گوشت بنجاتی ہے اور شراب مسیح کا خون بنجاتی ہے۔ پس اس روٹی اور شراب کو جلوس میں لے کر نکلنا گویا "خداوند مسیح" کو ساتھ لیکر نکلنا تھا چنانچہ جب وزیر اعظم کی طرف سے اس جلوس کی ممانعت کا حکم صادر ہوا تو اسوقت انگلستان کے رومن کیتھولک لاٹ پادری نے ان الفاظ میں افسوس ظاہر کیا۔ کہ باقی انتظام ہمارا سب بدستور رہیگا صرف ہمکو اس بات سے روک دیا گیا ہے کہ ہم اپنے "خداوند" کو ساتھ لے کر نکلیں۔ اس میں شک نہیں کہ رومن کیتھولک عیسائیوں کے

سوائے دوسرے لوگ ایسے خیال کو پرلے درجہ کی توہم پرستی اور باطل پرستی سمجھیں گے
مگر جس قوم نے ایک انسان کو خدا مان لیا ہے وہ بھی اگر دوسروں کے عقائد کو پرکھنے کیوقت
معقولیت سے کام لے تو تعجب ہے۔ روٹی اور شراب کا گوشت اور خون بن جانا بیشک ایک
بعید از عقل بات ہے مگر ایک کھاتے پیتے تمام حوائج انسانی کے محتاج اور تمام عوارض کے
ماتحت انسان کا خدا بن جانا اس سے کم بعید از عقل نہیں۔ رومن کیتھولک عیسائیوں پر
اس سے زیادہ الزام نہیں کہ وہ متی باب ۲۶ آیت ۲۸ کے الفاظ کو جس میں حضرت مسیح روٹی کو
اپنا گوشت اور شراب کو اپنا خون قرار دیتے ہیں لفظی معنوں میں لیتے ہیں اور استعارہ کے
رنگ میں نہیں سمجھتے مگر وہی الزام دینے والی قوم خود اس محاورہ کو جو پرانی کتابوں میں استعارہ
کے رنگ میں کھلے طور پر استعمال بھی ہوا ہے یعنی "خدا کا بیٹا" لفظی معنوں میں سمجھتی ہے
ہماری رائے میں تو رومن کیتھولک پراٹسٹنٹوں سے بڑھکر معذور ہیں کیونکہ پراٹسٹنٹوں
نے جہاں کھلے طور پر استعارہ موجود تھا اسکو بھی اپنے من گھڑت عقیدے کے لیئے ترک
کیا اور رومن کیتھولکوں نے اگر کچھ کیا ہے تو صرف یہی کہ اسی مثال کی پیروی کر کے ایک دوسرے
مقام پر استعارہ کو ترک کر دیا۔ ہندوستان میں شیعوں اور سنیوں کے ایک جھگڑے
میں مجبوراً گورنمنٹ کو آئندہ خدشہ فساد کے رفع کرنیکے لیئے کارروائی کرنی پڑی ہے
یہ فساد محرم کے رسوم کے متعلق ہے۔ یہاں بھی اختلاف صرف ایک چھوٹی سی بات پر
ہے یعنی سنی بھی شیعوں کی طرح محرم میں تعزیہ داری کرتے ہیں مگر کسیقدر اختلاف کے
ساتھ۔ دو مسلمان فرقوں کا یہ باہمی اختلاف عیسائی مذہب کے دو بڑے فرقوں کے اختلاف
سے بڑھکر نہیں لیکن اگر افسوس ہے تو یہ کہ مسلمانوں کی حالت اس زمانے میں ایسی ہو گئی
ہے کہ وہ مذہبی عقائد اور مذہبی رسوم میں نہیں جھگڑتے بلکہ ایک ایسی رسم پر اگر انکے اختلاف
کا اظہار ہوتا ہے جسکو اصل مذہب اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ عیسائی اگر جھگڑتے
ہیں تو کم از کم اپنے مذہبی عقائد پر تو جھگڑتے ہیں مگر مسلمانوں کی یہ حالت ہے کہ انہیں

اپنے دین سے اسقدر بھی واقفیت نہیں کہ وہ دین کی باتوں اور بدعت کی رسوم میں امتیاز کر سکیں۔ بلکہ جہالت کے ساتھ سنی سنائی باتوں پر لڑنے مرنے کے لیئے تیار ہو جاتے ہیں۔

یہ دو واقعات جنکا ذکر اوپر کیا گیا ہے ان مظالم کی یاد کو تازہ کرتے ہیں جو یورپ میں مشہور محکمہ تفتیش مذہبی کی تاریخ پر ایک نظر ڈالنے سے یہ عجیب بات معلوم ہوتی ہے کہ ایک ہی مذہب کے مختلف فرقوں کی باہمی عداوت کی وجہ سے جسقدر خونریزی اور جس قسم کے ظلم دنیا میں ہوئے ہیں وہ اپنی کیفیت اور کمیت کے لحاظ سے کسی طرح اس خونریزی اور ان مظالم سے کم نہیں جو مختلف مذہبوں کے پیرووں نے ایک دوسرے پر کیئے ہیں۔ اگر ہم عیسائی فرقوں کی گرمجوشی کا جو انہوں نے ایک دوسرے کی ایذا رسانی کے لیئے دکھائی ہے مسلمانوں کے مختلف فرقوں سے موازنہ کریں تو یہ کہنا پڑتا ہے کہ مسلمانوں نے اسلام کے دائرہ کے اندر اختلاف رائے کو بڑے تحمل اور برداشت سے سنا ہے مگر اس میں کچھ شک نہیں کہ ان لوگوں کی جنہیں ملحد یا بدعتی سمجھا گیا ہے ایذا رسانی کی مثالیں مسلمانوں کے اندر بھی پائی جاتی ہیں۔ اس ایذا رسانی کی تازہ ترین مثال سلسلہ احمدیہ کے پیرووں کے خلاف ملتی ہے۔ گو ہندوستان میں اس مذہبی آزادی کی وجہ سے جو حکومت برطانیہ کی برکات میں سے سب سے بڑی برکت ہے وہ دکھ جو سلسلہ احمدیہ کے پیرووں کو دیئے گئے ہیں اس آخری حد تک نہیں پہنچے جہانتک وہ ایک مسلمانوں کی سلطنت کے نیچے پہنچ سکتے تھے مگر تاہم ایسے فتوے اس ملک میں بھی کھلے طور پر شائع کیئے گئے ہیں جنکے رو سے احمدی سلسلہ کے پیرووں کو قتل کر دینا نہ صرف جائز بلکہ بڑے ثواب کا کام ہے۔ اور ایسا ہی انکے مال کو چھین لینا بھی کارِ ثواب ہے۔ گو ان فتووں پر ہندوستان جیسے آزاد ملک میں عمل نہ ہو سکتا تھا۔ اور اسی لیئے ہندوستان میں احمدیوں کے خلاف ایذا رسانی میں بھی نسبتاً سختی کا رنگ کم رہا ہے۔ مگر انہی فتووں کے اثر سے ایک ہمسایہ اسلامی سلطنت یعنی افغانستان میں دو معزز احمدیوں کو سنگساری

جو اگرچہ موجودہ زمانہ میں ایک حد تک مسلمان فرقے مگر خصوصیت سے عیسائی مذہب کے مختلف فرقے ایک دوسرے پر کرتے رہے ہیں۔

کی بیرحمانہ سزا سے دکھ دیکر مار اگیا۔ تاریخ سے اس امر کی شہادت مشکل سے ملتی ہے کہ سنگساری کی سزا ملحدین یا مرتدین کو مسلمانوں میں پہلے بھی دیجاتی رہی ہو۔ مگر اس سزا کی سختی بھی ان ایذاؤں کے مقابل ہیچ جو عیسائی فرقوں میں ایک دوسرے کو پہنچائی جاتی رہی ہیں ہیچ ہو جاتی ہے۔ جو دو سنگساریاں مذہبی عداوت کی وجہ سے ملک افغانستان میں عمل میں لائی گئیں انکے متعلق مسز کیٹ ڈالی جو نو[9] سال تک کابل میں رہی ہے مندرجہ ذیل شہادت دیتی ہے۔

"یہ بات بعید از قیاس معلوم ہوتی ہے کہ اس زمانہ میں کوئی شخص سنگساری کی قدیم مشرقی سزا سے مارا جاوے مگر میری کابل کی رہائش کے زمانہ میں دو ایسی سنگساریاں جو مذہبی اختلافات کی بنا پر تھیں وقوع میں آئیں۔ اس سزا کا طریق یہ ہے کہ جس شخص کے خلاف ایسا حکم صادر کیا گیا ہو اسے شہر کے سب سے پُر رونق بازاروں میں سے دو سیاہ پتھروں کی جگہ" میں لیجاتے ہیں جب یہ مذہبی دیوانوں کا گروہ ملزم کو طعن و تشنیع اور لعنت ملامت کرتا ہوا آگے بڑھتا ہے تو ہر ایک شخص اتنا بڑا پتھر اُٹھا لیتا ہے جسے وہ اُٹھا کر پھینک سکتا ہو۔ اور جب سزا کے مقام پر پہنچ جاتے ہیں تو سب سے پہلے الزام لگانیوالا پتھر پھینکتا ہے پھر جو شخص قریب پہنچ سکے وہ پتھراؤ کرنے لگتا ہے۔ اس کے بعد اس شخص کو خواہ وہ مر چکا ہو یا صرف بیہوشی کی حالت میں ہو ان پتھروں کے نیچے تین دن تک پڑا رہنے دیا جاتا ہے اور اسکے بعد اسکی نعش اسکے رشتہ داروں کو دیدی جاتی ہے"

درمیانی زمانہ کے عیسائی بادشاہوں کی طرح جو شاہی بیگمات کے ساتھ خود اپنے مذہبی مخالفوں کے آگ میں جلائے جانیکے نظارہ کو دیکھنے کے لیئے جایا کرتے تھے موجودہ امیر افغانستان بھی صاحبزادہ عبد اللطیف خاں کی سنگساری کے وقت خود پتھر پھینکنے کے لیئے موجود تھے۔ ہمیں اس بات کا علم نہیں کہ افغانستان میں اور بھی

کوئی ایسے واقعات ہوئے ہیں یا نہیں جن میں علماء کے فتوے کی وجہ سے کسی شخص کو قتل کیا گیا ہو۔ مگر ان باتوں سے جو شاہ افغانستان نے اپنے سفر ہند میں کیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ نہ صرف اپنی ہندو یہودی اور عیسائی رعایا کو امن کے ساتھ اپنے ملک میں زندگی بسر کرنیکی اجازت دیتا ہے بلکہ ان باتوں سے یہ بھی پایا جاتا ہے کہ وہ مختلف اسلامی فرقوں کی تعلیم میں بھی کسی قسم کی دست اندازی نہیں کرتا بلکہ سب فرقوں اور سب مذہبوں کو پوری مذہبی آزادی دے رکھی ہے۔ اور اختلاف مذہب یا اختلاف فرقہ کی وجہ سے امیر صاحب کی مملکت میں کسی شخص کو دکھ نہیں دیا جاتا۔ ہاں یہ بات معتبر ذرائع سے سنی گئی ہے کہ ہندوستان کے سیر سے واپسی پر شاہ افغانستان نے احمدیہ سلسلہ میں شامل ہونیوالوں کو بھی مذہبی آزادی اسی طرح دیدی ہے⁂ جس طرح دوسرے فرقوں کو جو انکی حکومت کے نیچے ہیں حاصل ہے۔

اسلام کی ابتدائی تاریخ میں کوئی ایسی مثال نہیں ملتی جہاں کہ اہل اسلام پر مذہبی اختلافات کی وجہ سے سختی کی گئی ہو۔ ایسے اختلافات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ میں بھی ہوتے تھے جسکا کافی ثبوت وہ روایات ہیں جو اب تک احادیث میں موجود ہیں۔ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ دیگر صحابہؓ سے پچاس مسئلوں میں اختلاف رکھتے تھے لیکن باوجود اختلافات کے انکی برابر تعظیم و تکریم ہوتی تھی۔ ایسا ہی جب فتوحات کے ذریعہ سے بہت سا مال آنا شروع ہوا تو حضرت ابوذر صحابی نہایت سخت الفاظ میں ایسے مال کے پاس رکھنے کی مذمت کرتے تھے لیکن اس وجہ پر انہیں حکومت کی طرف سے کسی قسم کی سزا نہیں دی گئی اور نہ ہی کوئی دکھ دیا گیا۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں جبکہ آپؐ عرب کے حاکم تھے جن اشخاص کی نسبت معلوم تھا کہ وہ منافق ہیں انکو بھی ویسی ہی آزادی حاصل تھی جیسی کہ مومنوں کو۔

اسلام میں سب سے پہلا سلسلہ جو ملحدوں کا قائم ہوا وہ خوارج کا تھا جنھوں نے پہلے تو حسن سید

⁂ حاشیہ۔ اس وقت وہ الہامی پیشگوئی بھی پوری ہوئی جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے ۱۹۰۵ء میں شائع کی تھی [illegible]

خلیفہ حضرت عثمانؓ کو شہید کیا اور پھر حضرت علیؓ کے برخلاف اُٹھے اور آخر کار اُنکو بھی قتل کیا۔ بہت عرصہ تک وہ قائم شدہ سلطنت کے برخلاف لڑتے رہے جو شخص خوارج کی تاریخ پڑھیگا اُسکو معلوم ہو سکتا ہے کہ خوارج کے برخلاف پہلے اسلامی حکومت نے تلوار نہیں اُٹھائی۔ بلکہ برعکس اسکے اُنسے کوئی تعرض نہیں کیا گیا جبتک کہ اُنکی زیادتیوں اور ظلموں نے سزا کی ضرورت پیدا نہ کی۔ اُنکے مذہب کا بڑا اصول یہ تھا کہ خدائے تعالیٰ کی حکومت کے سوا کوئی اور حکومت نہیں ماننی چاہیئے اور اسی کو اپنے مذہب کا اصل الاصول قرار دیکر خلیفہ وقت کی اطاعت کا حلف اُٹھانیسے انکار کرتے تھے۔ ذیل میں میور کی کتاب سے کسیقدر اقتباس کیا جاتا ہے جس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اوائل زمانہ کے مسلمان کسطرح الحاد کی باتوں سے درگذر کرتے تھے۔

"جب سے کہ خوارج نے مقام حرورہ سے اپنی فوج اُٹھائی بجائے اسکے کہ وہ امن اور اطاعت سے زندگی بسر کرنا شروع کریں بغاوت اور شورش کے مجمعے کرتے رہے اُنکے نزدیک خدائی حکومت کی منادی یہی تھی کہ بجز خدائے عزیز و حکیم کے اور کسی کی اطاعت کی حلف نہ ہونی چاہیئے اور علیؓ یا معاویہؓ کی اطاعت کی حلف اُٹھانا اُس بڑے نام کی ہتک تھی۔ خلیفہ نے بمثل سابق ہرچند اُنکو سمجھایا کہ خود انہوں نے ہی باہمی رضامندی کے فیصلہ پر اسکو مجبور کیا تھا مگر انہوں نے ایک نہ مانی اور جھٹ جواب دیا کہ یہ تو سچ ہے لیکن ہم اُس فیصلہ سے اب پشیمان ہو گئے ہیں اور تجھکو بھی اُس فیصلہ سے نادم ہونا چاہیئے ورنہ ہم تیرے برخلاف جنگ کریں گے۔ حضرت علیؓ کو پھر بھی امید تھی کہ اُنکو سمجھا کر راضی کر لیں گے۔ آپ اُنکی باغیانہ گفتگو پر صبر کرتے رہے اور اپنا منشا اُنسے درگذر کے ساتھ سلوک کرنیکا ظاہر کر دیا اور حکم دیا کہ نماز کے لیئے اُنکو مسجد و نمیں آنے جانیکی کُھلی اجازت ہونی چاہیئے اور جبتک کہ وہ کُھلم کُھلا کوئی فعل نہ کریں اُنکے برخلاف ہتھیار استعمال نہ کیا جاویگا"۔ میور آگے چلکر بیان کرتا ہے کہ اس بُردباری کے سلوک نے بجائے خوارج کو امن پسند بنانیکے اُنکو اور بھی دلیر کر دیا۔ اُنہوں نے ایک علیحدہ جتھا بنا لیا اور جبکہ حضرت علیؓ نے اُنکو اپنی فوج میں شامل ہونیکے واسطے بلایا تو انہوں نے آپ کو یہ

ہتک آمیز جواب دیا کہ "اگر علی اپنے ارتداد کا اقرار کرے اور اُس سے توبہ کرے تب وہ غور کرینگے کہ آیا کوئی فیصلہ باہمی ہو سکتا ہے؟ بصورت دیگر وہ اُسکو ایک ناپاک مرتد سمجھکر چھوڑتے ہیں۔" تب انہوں نے ممالک میں ظلم کرنے شروع کیئے اور "یہ ظلم نہایت وحشیانہ اور بیرحمی کے تھے۔ مسافر خواہ مرد ہوں یا عورتیں جو خدائی حکومت کے اصولوں کو ماننے سے انکار کرتے جان سے مار دیئے جاتے حاملہ عورت تلوار سے قتل کیجاتی وغیرہ وغیرہ۔" ان ظلموں کا حال سُنکر حضرت علی رضؓ کو مجبوراً اُنکے برخلاف کارروائی کرنی پڑی جس کا حال اسطرح لکھا ہے "ایک قاصد جو دریافت کے واسطے بھیجا گیا تھا اور ذبح کی طرح وہیں کام آیا۔ خبریں زیادہ سے زیادہ خوفناک آنے پر فوج نے اُنکے برخلاف بھیجے جانیکی استدعا کی۔ حضرت علیؓ نے بھی خود یہی ضرورت سمجھکر اپنی طرز بدل دی اور دجلہ سے پار گذر کر اِن مذہبی دیوانوں کے برخلاف فوج کشی کی جب نہروان کے نزدیک پُہنچے تو ایک قاصد کے ذریعہ پیغام بھیجا کہ جو جو اشخاص ظلم اور قتل کے مجرم ہیں وہ حوالہ کیئے جاویں آپنے فرمایا کہ ایسے شخصوں کو انصاف کے حوالہ کر دو اور پھر تم سے کوئی تعرض نہ کیا جاویگا یہانتک کہ ملک شام میں خدائے تعالیٰ ہم کو فتح دیوے اور اُسوقت شائد اللہ تعالیٰ پھر تمھارے دل ہماری طرف پھیر دیوے انہوں جواب دیا کہ جو کچھ ہو چکا ہے ہم سب اُسکے یکساں ذمہ وار ہیں اور ناپاک مرتدوں کو جو ہم نے قتل کیا تو اُنکا خون جائز طور پر بہایا گیا ہے۔ اسپر ایک بحث چھڑ گئی جس میں خلیفہ نے غلط فہمی میں پڑے ہوئے جوشیلوں کو سمجھایا اور کہدیا کہ جو کوئی ہماری فوج میں چلا آوی یا امن سے اپنے گھر چلا جاوے اُسکی حفاظت کیجاوے۔ بعضوں نے اسکی تعمیل کی اور چلے آئے پانچسو ایک نزدیک کے فارس کے شہر میں چلے گئے اور کئی اپنے گھروں میں چلے گئے لیکن اٹھارہ سو میدان جنگ میں رہے اور خدائی حکومت کے مذہب کے شہید بنے۔ اسلام کے امن کے واسطے تو یہ اچھا ہوتا کہ ان چار ہزار میں سے ایک بھی نہ بچتا۔ سانپ زخمی تو ہوا مگر مارا نہ گیا۔ تعصب کا جوش عجیب طور پر پھیلتا گیا اور خدائی حکومت کا فریق بڑے زور سے اور

لگاتار پوشیدہ طور پر دونوں جگہ بصرہ اور کوفہ میں بڑھتا گیا۔ اگلے سال باغی جنونیوں کے گروہ پھر ناگہاں میدان میں حضرت علیؓ کو بُرا کہتے ہوئے نکل آئے اور منادی کرنے لگے کہ خدا کی حکومت قریب ہے۔ یکے بعد دیگرے، یہ سب قتل کیئے گئے یا بآسانی بھگادیئے گئے۔"

مندرجہ بالا بیان سے جو ایک متعصب عیسائی کا لکھا ہوا ہے معلوم ہوگا کہ خوارج کو اُنکے اصولوں کے باعث کوئی تکلیف نہیں دیگئی بلکہ بوجہ اُنکی مجرمانہ زیادتیوں کے اور سلطنت کے برخلاف سر اُٹھانیکے سزا دیگئی۔ حضرت علیؓ اس بات کے برخلاف تھے کہ اُنکو صرف اُنکی مذہبی اصولوں کے واسطے ایذا دیجاوے اور وہ انہیں معاف کرنیکے لیئے تیار تھے۔ بشرطیکہ وہ اپنا باغیانہ طریق چھوڑ دیں۔ لیکن اسکا انہوں نے انکار کیا اور حضرت علیؓ کی خلافت اور اُسکے بعد کی سلطنتوں میں وہ ملک کے امن میں مخل ہوتے رہے اور سلطنت کو تباہ کرنیکے واسطے وقتاً فوقتاً اپنی فوج جمع کرتے رہے۔

مگر خوارج بھی شیعہ کے سامنے بے حقیقت معلوم ہوتے ہیں اور یہ آخرالذکر فرقہ بھی خوارج کی طرح ملکی حالات کی وجہ سے ہی پیدا ہوا تھا۔ شیعہ کے معنے طرفدار ہیں اور فرقہ شیعہ حضرت علیؓ خلیفہ چہارم کے طرفدار ہیں۔ اُنکا بڑا اختلافی مسئلہ اہل سنت کے برخلاف یہ ہے کہ وہ پہلے تین خلفاء کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جائز جانشین نہیں سمجھتے۔ اسی وجہ سے وہ حضرت علیؓ کو حد درجہ کے ادب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں یہانتک کہ اُنکی بعض فرقے اس حدتک بڑھ گئے ہیں کہ انہوں نے اُنکو خدا بنالیا ہے جیسا کہ عیسائیوں نے یسوع کو خدا بنالیا ہے لیکن یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ پہلی تین خلافتوں میں اس فرقہ کا کوئی وجود تھا کیونکہ حضرت علیؓ نے خود حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کی خلافت کے جواز کو تسلیم کیا اور تینوں کی اطاعت کی حلف اُٹھائی صرف خوارج کی زیادتیوں اور حضرت علیؓ کے قتل ہونیکی وجہ سے یہ فرقہ شیعہ کا پیدا ہوا اور بنو اُمیہ کے

حاکم یزید کے ہاتھ سے امام حسین کے شہید ہو جانیکی وجہ سے اس فرقہ کی بنیاد مستحکم ہو گئی۔ سنی اور شیعہ کی باہمی نفرت ان پولٹیکل کوششوں میں ترقی پذیر ہوئی جنکا مدعا بنی اُمیہ و بنی عباس کی خلافتوں کے دوران میں حکومت حاصل کرنیکا تھا۔ اگرچہ یہ سچ ہے کہ سنی شیعہ سے نفرت کرتا ہے اور اسکو برا کہتا ہے اور شیعہ بھی پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلفاء کی ہجو کرتا ہے اور انکو برا کہتا ہے لیکن تاہم انکی باہمی نفرت اس سخت اور ظالمانہ عداوت کی حد تک کبھی نہیں پہنچی جو عیسائیوں کے دو فرقوں پراٹسٹنٹوں اور رومن کیتھولک والوں کے مابین ہے۔ یہ سچ ہے کہ یہ دونوں مخالف فرقے بعض موقعوں پر ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئے ہیں لیکن یہ موقعے ہمیشہ پولٹیکل ضروریات کیوجہ سے پیدا ہوئے ہیں یا اس طمع کی وجہ سے کہ حریف فرقہ کی ملکی طاقت کو تباہ کرکے خود سلطنت کے مالک بنیں۔ بجز شاذ و نادر موقعوں کے جنہیں جوش بھڑک اٹھا اور اسکی وجہ بھی ملکی حالات کی تہ میں تھی اسلام کے دونوں بڑے فرقے ایک ایسی تصویر دکھاتے ہیں کہ جسکا اگر ان خوفناک زیادتیوں سے جو رومن کیتھولک والوں اور پراٹسٹنٹوں نے ایک دوسرے پر کی ہیں مقابلہ کیا جاوے تو کہنا پڑے گا کہ کوئی باہمی عداوت کے نشان نہیں پائے جاتے۔

جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں سنی اور شیعہ کے مابین سخت سے سخت رنجش پولٹیکل کوششوں کے متعلق ہوئی ہے اور انہی کوششوں کی وجہ سے انکی باہمی عداوت کو ترقی ہوئی اور انکے مابین تفرقہ بڑھا۔ بجز مصر میں ایک تھوڑے عرصہ کے ملکی طاقت اہل اسلام میں بہت عرصہ تک فقط سنیوں کے ہاتھ میں رہی ہے اور وہ شیعوں کے ساتھ نرم سلوک کرنے پر راضی رہے ہیں ہاں وہ یہ چاہتے تھے کہ شیعہ صرف اپنی طمع ملکی عروج کے حاصل کرنے اور قائم شدہ سلطنت کو مٹا دینے کی چھوڑ دیں بلکہ ایک سنی بادشاہ یعنی مامون نے تو یہانتک بھی کیا کہ اپنا جانشین تخت شاہی کا

علی رضا کو مقرر کردیا اور یہ تجویز عمل میں آنیسے صرف اسواسطے رہ گئی کہ علی رضا ماموں سے پہلے فوت ہوگیا لیکن شیعہ ہمیشہ خلیفوں کے برخلاف سازشیں کرتے رہے اور انکے فرقوں نے علانیہ بغاوت کی۔ میور اپنی کتاب "خلافت" میں لکھتا ہے۔

"کربلا کے واقعہ کے بعد سے جیسا کہ ہم بیان کرچکے ہیں اسلامی دنیا میں حضرت علیؓ کے خاندان کی خاطر جوش طرفداری کی ہل چل ہوتی رہی ہے۔ ایران کے شیعہ پن نے اپنے خفیہ اطوار کے ساتھ جوش کو زیادہ کردیا اور ساتھ ہی خلافت کے تنزل اور اسکے بعد جو ابتری پھیلی اسکی وجہ سے جھوٹے دعویداروں کو موقعہ دیدیا اور اس باعث سے علوی بغاوتوں کی کثرت ہوئی"

مصنف متذکرۃ الصدر کے مندرجہ ذیل فقرات مسلمانوں کے فرقوں کی باہمی ایذادہی کی ایک مثال کا کام دیں گے جو معلوم ہوگا کہ ملکی ضروریات کی وجہ سے انکی ضرورت پڑی نہ کہ کسی مذہبی لحاظ کی بنا پر۔

"تیسری صدی ہجری کے دوسرے نصف حصہ میں شیعہ کا مشہور فرقہ اسماعیلی پیدا ہوا" "خلیفہ معتضد باللہ کے عہد سلطنت میں اس فرقہ کے ایک سرغنہ نے عراق میں علم بغاوت بلند کیا اور اس جگہ اور اسکے گردونواح کے ممالک میں ایک بڑی جمعیت بہم پہنچائی۔ اسکا نام قرماط تھا اور اسکے نام پر اس فرقہ کے لوگ قرماطی کہلاتے تھے وہ ایسے وقت میں ظاہر ہوا جبکہ زنگی بھی ابھی میدان میں تھے اور بمع ایک لاکھ تلوار کے باغیوں کے ساتھ ملنے کی خواہش کی لیکن چونکہ ایک مشترک مذہب کے اصولوں پر وہ اتفاق نہ کرسکے اسلئے علیحدہ ہوگئے۔ ایک سرغنہ پھر عراق میں ظاہر ہوا جسکا نام زکریا تھا اسکے دو بیٹے تھے جنہوں نے لوٹ اور دہشت ملک میں برپا کی۔ پہلا تو دمشق کو لوٹنے کی کوشش میں مارا گیا اور دوسرے نے ملک شام کو

تباہ کیا جہاں کہیں پہنچا قتل اور لوٹ مار کی۔ اور یہ عجیب بات ہے کہ اس بد قسمت ملک کے ممبروں پر اسکو مہدی موعود قرار دیکر اسکے حق میں دعائیں کیجاتی تھیں۔ بغداد میں اتنا خوف پھیلا کہ جیسا ہم بیان کر چکے ہیں خلیفہ مکتفی باللہ نے مصری جرنیل محمدؐ کو باغیوں کے گروہ پر حملہ کرنیکے واسطے بھیجا اور آپ بھی فوج کے ساتھ مقام ریکا تک گیا۔ قرامطیوں کو شکست فاش ہوئی اور انکا سرغنہ . . . . معہ اپنے چچا زاد بھائی اور کچھ پیروؤں کے جنگل میں بھاگ گیا یہاں وہ پکڑے گئے اور خلیفہ کے حضور بمقام ایکا پہنچائے گئے پھر وہاں سے بغداد میں بھیجے گئے جہاں ہاتھیوں اور اونٹوں پر چڑھا کر انکو پھرایا گیا اور شہر والوں کو دکھایا گیا پھر انکو قید میں رکھا گیا یہاں تک کہ ادر قرامطی قیدی لاکر محمدؐ واپس آگیا اور پہلے انکے ہاتھ اور پاؤں کاٹ کر پھر انکے سر قلم کیئے گئے سرغنہ کے واسطے سخت ظلم کی سزا تجویز کیگئی پہلے اسکو ایک سو تازیانہ لگایا گیا پھر اسکے ہاتھ کاٹے گئے اور پھر آگ میں ڈالا گیا اور جبکہ وہ آگ کے عذاب میں مبتلا تھا اسکا سر کاٹا گیا اور ایک لمبی لکڑی کے سر پر رکھکر اونچا کیا گیا اور تمام مجمع سے اللہ اکبر کے نعرے بلند ہوئے ''

اگرچہ اس موقعہ پر ایک باغی کے جلائے جانیکا حال ہمکو معلوم ہوا ہے لیکن مسلمان ایسی سزا کبھی استعمال نہیں کرتے تھے بجز شاذ و نادر موقعوں کے جبکہ جرم مختلف وجوہات کے باعث نہایت سنگین ہوجاتا تھا۔ مذہبی معاملات کے متعلق صرف اختلاف رائے کی کوئی سزا عموماً نہ دیجاتی تھی۔ ملحدانہ خیالات جو مذہب اسلام کے بنیادی اصولوں کے برخلاف سمجھے جاتے تھے انکے پھیلانے کی اگر کوئی سزا دی بھی جاتی تھی تو قید تھی اگرچہ یہ سزا بھی سرغنوں کو ہی دیجاتی تھی اور صرف ارتداد کی سزا موت تھی ایک مختلف فرقہ بنانیکی کوئی سزا ہمیشہ نہ دیجاتی تھی اور عباسیوں کے وقت تریسٹھ[۶۳] مختلف فرقے پیدا ہو گئے تھے بجز ایسے اشخاص کے جنکا مدعا یہ ہوتا تھا کہ خلفاء کے دینی و دنیاوی اختیارات کو اڑا دیں کسی کو کبھی سخت سزا نہ دیجاتی تھی اور اگر ان سختیوں کے ساتھ مقابلہ

کریں جو عیسائیوں کے فرقے ایک دوسرے پر کرتے رہے ہیں جسکا بیان آگے آویگا تو مسلمانوں
کے بڑے فرقہ کی بے تعصبی جسکے ہاتھ میں کئی صدیوں تک ایک وسیع مملکت کی دنیاوی
حکومت رہی قابل تعریف پائی جاتی ہے۔

کہا جاتا ہے کہ جو مذہب نجات کے دائرہ کو صرف اپنے پیرؤوں تک محدود رکھے ضروری ہے
کہ وہ دکھ دینے والا مذہب ہو لیکن یہ بات درست نہیں ہے۔ ایک مذہب دعویٰ کر سکتا ہے
کہ سچی نجات جسکا مفہوم یہ ہے کہ گناہ سے رہائی۔ اور خدائے تعالیٰ کے ساتھ تعلق
پیدا ہو اُسکے اصولوں پر عمل کرنیکے سوا حاصل نہیں ہو سکتی لیکن اس دعویٰ سے یہ نتیجہ نہیں
نکل سکتا کہ ایسے مذہب کے لئے ضروری ہے کہ تمام دنیا کو اُن اصولوں کے ماننے کیواسطے
مجبور کرے۔ قرآن کریم ہمکو بتاتا ہے کہ اسلام ہی وہ مذہب ہے جو ایک آدمی کو خدائے تعالیٰ
کا قرب حاصل کرا دیتا ہے پر ساتھ ہی بڑے پُر زور الفاظ میں جبر سے منع کرتا ہے جیسا کہ
لا اکراہ فی الدین سے ظاہر ہے فرقہ بندیوں کی ایذائیں جو مذہبی ایذاؤں سے ہی پیدا
ہوئی ہیں زیادہ تر اس بات کا نتیجہ ہیں کہ ایک شخص اپنے اصولوں کو مدلل طور پر ثابت
کرنیکے ناقابل ہوتا ہے تب وہ زور سے اور جبر سے دوسروں کو منوانیکی کوشش کرتا ہے۔
ایسا ہی ہر ایک نبی کے وقت میں ہوا کہ جب وہ حقائق جنکی وہ تعلیم دیتا تھا ناقابل تردید
پائے گئے تو اسکو جبراً روکنے کی تجویز کیگئی لیکن ایذادہی کسی تحریک کو روکنے کی بجائے
اُسکی ترقی دینے میں ہمیشہ ممد ثابت ہوئی ہے۔ غلط مفہوم مذہب کا اور جہالت بھی ایک
بڑی حد تک اُن خوفناک ظلموں کے ذمہ وار ہیں جو مذہب کے نام پر ایک بدنما داغ بنگئے ہیں

اہل اسلام کے فرقوں کی ایک دوسرے پر زیادتیوں کا کسیقدر بیان ہم کر چکے ہیں لیکن
عیسائیت ایک ایسا نظارہ دکھاتی ہے جس سے زیادہ خوفناک تصور کا وہم میں آنا مشکل
ہے۔ اگرچہ پہلے عیسائی فرقہ نے اختلاف رکھنے والے اشخاص اور فرقوں کو اُسیوقت
سے دکھ دینا شروع کیا جبکہ اپنے شاہی نومرید کانسٹنٹائین کے عہد میں دنیاوی طاقت

پائی لیکن ان تکلیفوں نے کوئی خوفناک شکل اختیار نہیں کی تھی جبتک کہ یورپ کی طاقت مضبوطی سے قائم نہ ہو گئی۔ مختلف فرقوں کی باہمی ایذادہی جو پہلے ہو چکی تھی مشہور و معروف محکمہ تفتیش مذہبی کی کارروائیوں کے سامنے بے حقیقت ہو جاتی ہے اور اسلئے اُس خوفناک تصویر کو جس میں رومن کیتھولک والے پراٹسٹنٹوں اور دوسرے فرقوں کو اور پراٹسٹنٹ رومن کیتھولک والوں کو دُکھ دیتے رہے ہیں صرف ایک نظر دیکھنے سے ہی عیسائی مذہب کے فرقوں کی باہمی ایذادہی کا تصور ہو سکتا ہے۔ مشہور مورخ ماٹلی کے الفاظ میں "محکمہ تفتیش مذہبی ایک ایسی کل تھی جسکے ذریعہ کسی شخص کے خیالات کی تفتیش کیجاتی تھی اور اگر نتیجہ اطمینان بخش نہ ہوتا تو اُسکو جلایا جاتا۔ صرف شک پر کسی شخص کو پکڑا جاتا تھا اور جبتک وہ اقبال نہ کرتا اُسکو عذاب دیا جاتا اور پھر آگ کے ذریعہ سزا دیجاتی"۔ پیشوایان دین کی طرف سے جو سزا مرتدوں کو دیجاتی رہی ہے اُسکے تین علیحدہ علیحدہ زمانے ہیں۔ مشہور و معروف ہسپانیہ کا محکمہ تفتیش ۱۴۸۰ء میں قائم ہوا لیکن اصل میں اس تاریخ سے قریباً دو صدیاں پہلے محکمہ تفتیش موجود تھا جسکا نام ڈومینکن محکمہ تفتیش تھا اور یہ ۱۲۲۹ء میں ٹولوسی کی کونسل سے شروع ہوا۔ لیکن ایسی تفتیش کی حقیقت تیرھویں صدی سے پہلے بھی موجود تھی اگرچہ جن اصولوں پر کارروائی ہوتی تھی وہ بعد کی دو تفتیشوں کے اصولوں سے مختلف تھی۔ مذہبی تفتیش کے پہلے حصہ کی نسبت انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں اسطرح لکھتا ہے "تفتیش کی حقیقت یہ تھی کہ ابتدائی زمانہ کے گرجاؤں کے پادریوں کا یہ فرض قرار دیا گیا تھا کہ غلطی کی جستجو کرکے اُسکی اصلاح کریں۔ انگریزی کلیسیا میں جو یہ اقرار لیا جاتا ہے کہ پادری بڑی محنت کے ساتھ تمام غلط اور خدا کے کلام کے خلاف نئے عقیدوں کو دُور کرنیکے واسطے تیار رہیگا اس میں بھی ایک خفیف سی جھلک اسی حکم کی نظر آتی ہے جو ابتدائی گرجاؤں کے پادریوں کو دیا گیا تھا۔ پادریوں کا گروہ اسطرح پر ذرائع بہم پہنچاتا تھا اور حاکم وقت پادریوں کے

فتووں پر عملدرآمد کرنیکے واسطے تیار ہوگئے۔ کانسٹنٹاین اور اُسکے جانشینوں کے شاہی احکام نے اب وہ دوہری کارروائی شروع کی جسکی رو سے قرار پایا کہ دنیوی حکومت ملحدین کی نسبت کارروائی کرے اور اسطرح سے پادریوں کو اپنا مدعا حاصل کرنیکا موقعہ بغیر اپنے ہاتھوں کو خون میں رنگنے کے ملگیا۔ چنانچہ ۳۱۶ء کے قریب کانسٹنٹاین نے فرمان جاری کیا کہ فرقہ ڈونی ٹسٹ کے لوگوں کی جائداد ضبط کیجاوے اور ۳۸۲ء میں تھیوڈوسی اُس نے فرقہ منیچین کے پیرؤوں کو موت کی سزا کا مجرم ٹھہرایا اور اُنکی جائداد بھی ضبط کر لی۔"

اس سے معلوم ہوگا کہ اختلافی عقیدہ رکھنے والے فرقوں کو کانسٹنٹاین اور اُسکے جانشینوں کی طرف سے محض مذہبی وجوہات کی بنا پر سزا دیجاتی تھی۔ اور ان تمام احکام کی تہ میں عیسائی مذہب کیلئے یہ خاص جوش تھا کہ عیسائیت تمام قسم کے ملحدانہ خیالات سے پاک ہو۔ لیکن عقائد کی باقاعدہ تفتیش کے طریقے کو روما کے پوپوں نے بارھویں صدی کے اختتام اور تیرھویں صدی کے آغاز کے قریب ترقی دی۔ اصطلاحی استعمال لفظ تفتیش مذہبی کا یعنی سرکاری طور پر لوگوں کے عقائد کی تفتیش کرنیکا پہلے پہل ۱۱۶۳ء میں ٹورس کی کونسل میں ہوا۔ ۱۱۸۴ء میں ویرونا کی مذہبی کمیٹی نے تمام ملحدین اور انکے پناہ دہندگان کو ملعون ٹھہرایا اور حکم دیا کہ مردود شخصوں کو سنگین سزا کے واسطے دنیوی حکومت کے حوالہ کیا جاوے اُنکی جائداد ضبط کر لی اور صاف طور پر کہدیا کہ نئی تفتیش پرانے پادریوں کی طرز کارروائی سے کہیں بڑھ چڑھکر ہوگی" (منقول از انسکلوپیڈیا بریٹانیکا) پوپ اِنوسنٹ سویم نے (انوسنٹ کے لفظی معنے بے گناہ ہیں) اپنے افسر اپنی مسند نشینی کے جلد ہی بعد جنوبی فرانس اور ہسپانیہ کے علاقوں میں بھیجے کہ تا "چھوٹی چھوٹی لومڑیاں (جس سے مراد اختلاف رکھنے والے فرقوں کے عیسائی ہیں) پکڑ کر انکو جان سے ماریں"۔ چوتھی لیٹرین کونسل نے جسکا پریزیڈنٹ پوپ اِنوسنٹ سویم تھا فیصلہ کیا کہ ہر ایک صوبہ میں مذہبی کمیٹیاں ملحدین کے نکالنے کے واسطے ہونی چاہئیں

جو سزا کے واسطے دنیاوی حکام کے حوالہ کیئے جاویں جو حاکم اپنے علاقہ سے اس طریق کے بموجب ملحدوں کے نکالنے سے انکار کرتا اُسکو پوپ مذہب سے خارج کر دیتا۔ پوپ گریگری نہم کے عہد میں تفتیش مذہبی نے ایک اور بھی مستحکم اور معین صورت اختیار کر لی۔ ۱۲۲۹ء کی کونسل میں جسکا نام ٹولوسی کی کونسل ہے چند ضابطے مقرر کیئے گئے جنکے رو سے صرف ملحدوں کو مجرم قرار دیکر سزا ہی نہیں دیجاتی تھی بلکہ وہ گھر بھی جنہیں وہ پائے جاتے تھے گرا کر زمین کے ساتھ پیوست کیئے جاتے تھے اور جو شخص کسی ملحد کو پناہ دیتا یا اپنے ملک میں رہنے کی اجازت دیتا اُسکا ملک ذاتی جائداد اور سرکاری منصب سب ضبط ہو جاتے ہر مرد جو ۱۴ سال سے زیادہ عمر کا اور ہر عورت جو ۱۲ سال سے زیادہ عمر کی ہو اُنسے حلفیہ اقرار لیا گیا کہ ملحدوں کی نسبت مخبری کریں اس مرحلہ پر جو طریقہ تفتیش کا مروج تھا اُسکا مفصل حال ایک کتاب موسومہ ہدایت نامہ تفتیش کنندگان میں درج ہے جو این ایمی رچ نے جو ۱۳۵۶ء میں علاقہ کسٹائیل کا جنرل افسر محکمہ تفتیش تھا لکھی ہے۔ یہ ہدایت نامہ افسران تفتیش کنندہ کے استعمال کیواسطے مستند کتاب تھی۔ اسکے بموجب مخبری کا انتظام مقرر شدہ تھا اور ہدایت تھی کہ ملحدونکی لگاتار اور پورے زور سے تلاش ہوتی رہے۔ ہر ایک حلقہ میں دو پادری اور دو یا تین دوسرے شخص نامزد ہونے چاہییں جو حلف لینے کے بعد ہر ایک گھر میں تمام کمروں میں بالائی منزلوں میں کوٹھڑیوں میں برابر بڑے زور سے تلاش کرتے رہیں کہ آیا کوئی ملحد تو وہاں چھپا ہوا نہیں۔ طریق کارروائی جو اختیار کیا گیا تھا اس قسم کا تھا کہ جب ایک دفعہ کوئی شخص ملزم بنایا جاتا تو الحاد کے الزام سے اُسکو اپنی بریت ثابت کرنی قریباً ناممکن ہو جاتی اس بات کی بڑی تاکید تھی کہ تمام کارروائی پوشیدہ راز کی طرح مخفی رکھی جاوے حکم تھا کہ ملزم کو اُسپر الزام لگانیوالے یا اُسکے برخلاف جو گواہ ہوں اُنکے نام نہ بتلائے جاویں۔ اگر کبھی ایک نقل فرد جرم کی ملزم کو دی بھی جاتی

(کیونکہ ہمیشہ ایسا نہیں ہوتا تھا) تو مفصلہ ذیل طریقوں سے پھر بھی اسپر جال کھلنے نہیں دیا جاتا تھا۔

۱۔ گواہوں کے ناموں کی ترتیب بدل دینا تاکہ ایک نے جو بیان دیا ہے وہ دوسرے کا معلوم ہو۔

۲۔ الزام بغیر گواہوں کے ناموں کے بیان کرنا اور انکے نام علیحدہ رکھکر انکے ساتھ اور نام ملا دینے جنہوں نے ملزم کے برخلاف کوئی بیان نہ دیا ہو" کسی بے گناہ شخص کو مواخذہ میں لانیکے واسطے صرف انہی ادنٰے چال بازیوں پر بس نہیں کیجاتی تھی بلکہ جو شہادت ملزم کے برخلاف تسلیم کیجاتی تھی وہ اس قسم کی ہوتی تھی کہ کسی ملک کے قانون میں ایسی شہادت کو تسلیم نہیں کیا گیا۔ چنانچہ ہدایت نامہ کے یہ الفاظ ہیں۔ کہ "یہ کافی ہے کہ دو گواہوں کی مخبری بالاتفاق ہو کہ انہوں نے یہ بات سنی ہے کہ فلاں شخص ملحد ہے۔ اسی قدر بیان قابل تسلیم ہے خواہ ان دو گواہوں نے خود ملزم کے مُنہ سے کوئی خراب بات نہ بھی سُنی ہو" ہر ایک قسم کی شہادت خواہ وہ ایک مرتد کی شہادت ہو خواہ ملزم کے شریکانِ جرم کی خواہ ایسے مجرموں کی جو کسی جرم میں سزا یافتہ ہوں بلکہ اُن لوگوں کی بھی گواہی جو ملحد قرار پاچکے ہیں اگر ملزم کے برخلاف ہوتی تو قابل تسلیم تھی لیکن اگر ایسی شہادت ملزم کے حق میں ہو تو اسے رد کر دیا جاتا تھا۔ جھوٹے گواہ قابل اعتبار سمجھے جاتے تھے بشرطیکہ وہ ملزم کے برخلاف شہادت دیں۔ "اگر کوئی جھوٹا گواہ اپنے پہلے بیان سے جو ملزم کے حق میں مفید ہو منحرف ہو جاوے تو ججوں کو دوسرے بیان پر متوجہ ہونا چاہیئے" کسی گواہ کے دو متضاد بیانوں میں سے جو بیان ملزم کے حق میں مفید ہو وہ کبھی قابل تسلیم نہیں تھا۔ ہدایت نامہ میں درج ہے کہ "یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ دوسرا بیان حلف دروغی کے مرتکب گواہ کا صرف اُسوقت قدر کے لائق اور قابل تسلیم ہے جبکہ ملزم کے برخلاف ہو" اگر کوئی انسان ایسا خوش قسمت ہوتا کہ ان تمام پھندوں سے بچ جاتا جو سیاہ دل اور ظالم طبع تفتیش کنندہ نے اسکے لیئے تیار کر رکھے تھے تو بھی وہ خطرہ سے باہر نہ ہوتا تھا کیونکہ یہ ہدایت تھی کہ "محض مخبری کے سچا ثابت نہ ہونیکی وجہ سے

تفتیش کنندہ کو کارروائی منسوخ نہ کر دینی چاہیئے کیونکہ جو بات ایک دن ثابت نہیں ہوئی ممکن ہے کہ کسی اور دن ثابت ہو جاوے" پس اس بیرحم محکمہ کے بیگناہ شکار لمبے لمبے غیر محدود عرصہ تک ٹھہرائے جا سکتے تھے اس امید پر کہ کسی نہ کسی دن کوئی حلف دروغی کا مرتکب گواہ انکو مجرم ثابت کرنیکے واسطے نکل آویگا۔

جبراً اقرار کروانے کے لیئے اذیت پہنچائی جاتی تھی۔ ملزم پر کسی قسم کا رحم کھانا مذہبی عدالتکے اصول کے خلاف تھا۔ اور اگر کوئی ایسے حالات پیدا ہو جاتے تھے جن سے رحم آجاتا ہو تو یہ فرض کر لیا جاتا تھا کہ ملزم ججوں کے رحیمانہ ارادوں میں جو اسکی سزا کی صورت میں ظاہر ہونے چاہئیں حارج ہو رہا ہے۔ "بعض دفعہ ایک قیدی اس بات کو دیکھ کر کہ اسے سزا دینے لگے ہیں بیماری کا بہانہ کر لیتا ہے۔ کپڑے اتارنے پر حیا کا بہانہ کرتا ہے۔ اور بعض دفعہ عورتیں عصمت وغیرہ کا بہانہ کرتی ہیں۔ یہ سب باتیں صرف اس لیئے کیجاتی ہیں تاکہ یہ لوگ سزا میں التوا ڈلوا دیں یا ججوں کو دھوکا دیں" کتاب محکمہ تفتیش کی مختصر تاریخ کا مصنف آگے بیان کرتا ہے "کہ یہ مایوسانہ حیلے جو ظالموں کی اذیت سے بچنے کے آخری حیلے سمجھکر اختیار کیئے جاتے تھے اور اب سینکڑوں سال گذر جانے پر بھی ان واقعات کے پڑھنے والوں کے دلوں کو پگھلاتے ہیں اور رحم کا جوش انمیں پیدا کرتے ہیں وہ ہدایت نامہ کے چالاک مصنف میں بجائے رحم پیدا کرنیکے غصہ کے بھڑکانے کا موجب تھے اور وہ پہلی مجوزہ سزاؤں کے بعد یہ ایزادی اور کرتا ہے کہ ملزم کو اطرح دھوکہ دے کر یا اطرح اسے حیران کر کے پھنسانا چاہیئے۔ کہ وہ اپنے آپ کو مجرم ثابت کر دے۔ ملزم کو اذیت دینے کے متعلق ہدایت نامہ میں یہ بھی بتا دیا گیا ہے کہ کونسی صورتیں ایسی ہیں جہاں اذیت پہنچانیکے لیئے نئی نئی تجاویز اختیار کرنی چاہئیں۔ چنانچہ لکھا ہے کہ "وہ لوگ جنہیں ایک دفعہ شکنجہ میں سزا مل چکی ہو وہ بڑے حوصلہ سے اسے برداشت کر لینے کے عادی ہو جاتے ہیں کیونکہ انکے جوڑ شکنجہ سے مناسبت پیدا کر لیتے ہیں اور اس میں بڑی آسانی سے ٹھیک آجاتے ہیں۔ بازور سے مقابلہ کرتے ہیں۔ بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جو جادو کے ذریعہ سے اپنے آپ کو ایسا بنا لیتے ہیں کہ انہیں اذیت محسوس ہی نہیں ہوتی۔ اور قبل اسکے کہ کسی

قسم کا اقرار کریں مرنیکو تیار ہو جاتے ہیں۔ یہ لوگ بائبل کی آیتوں کو منتروں کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ یعنی ان آیتوں کو صاف ٹکڑوں پر لکھ لیتے ہیں اور پھر انکے ساتھ نامعلوم فرشتوں کے ناموں کو ملا دیتے ہیں جن میں دائرے اور عجیب در عجیب شکلیں ہوتی ہیں اور ان ٹکڑوں کو وہ اپنے ساتھ پوشیدہ طور پر رکھتے ہیں۔ مجھے ان سحروں کا علاج معلوم نہیں مگر یہ بات بہتر معلوم ہوتی ہے کہ ایسے لوگوں کو شکنجہ میں چڑھانیسے پہلے بالکل ننگا کر دیا جاوے .... اگر پھر بھی وہ انکار میں اصرار کرے تو اسکو وہ آلات بھی دکھلا دینے چاہییں جو دوسری سزاؤں میں استعمال کیئے جاتے ہیں اور اسکو یہ بتلا دیا جاوے کہ اگر وہ اپنے جرم کا اقرار نہ کریگا تو اُسے ان تمام آلات کی اذیت برداشت کرنی پڑے گی" جسکے یہ معنے ہیں کہ اُسے یہ اقرار کرنا چاہیئے کہ ہاں مجھ سے فلاں فلاں الحاد اور کفر سرزد ہوا کیونکہ جج صاحبان تو اُسکے جرم کو پہلے ہی سے دلمیں ٹھانے ہوئے ہوتے ہیں۔

ان جرموں کی فہرست جن کی وجہ سے کسی شخص کو ملحد قرار دیا جاتا تھا بہت لمبی ہے انبیا اور کتب اور خاصکر کے مسیح اور اسکے حواریوں اور والدہ اور دوسرے اولیاء کو برا کہنا تو یقیناً کفر یعنی الحاد سمجھا جاتا تھا۔ مگر بعض دفعہ شرابی بھی اس جرم میں ماخوذ ہو جاتے تھے جبکہ وہ نشہ کی حالت میں قسم کھا لیتے تھے۔ ان جرائم کی فہرست کو پڑھنے سے اس ... زمانہ کی اخلاقی حالت کے بھی چند شعبوں کا پتہ لگ جاتا ہے۔ مثلاً لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی جن یا شیطان کو کسی نیک کام کے لیئے پکارتا ہے یا اس سے مدد مانگتا ہے تو اسکو بھی ملحد سمجھنا چاہیئے لیکن اگر وہ مقصد جسکے لیئے وہ شیطان یا جن سے مدد مانگتا ہے اچھا نہ ہو تب اسکو ملحد خیال نہیں کیا جاتا تھا۔ مثلاً جیساکہ ہدایت نامہ میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص شیطان یا جن سے اس غرض کے لیئے استعانت کرے کہ وہ کسی عورت کو زنا کے لیئے بہکانے میں اسے مدد دے تو وہ ارتداد یا الحاد کے نیچے نہیں سمجھا جاتا تھا۔ اگر مذہبی عدالت کے سپاہی کسی ملحد کے تعاقب میں لگے ہوئے ہوں اور کوئی دوسرا شخص یہ کہکر کہ وہ وہی شخص ہے جس کو وہ پکڑنا چاہتے ہیں اپنے آپ کو پکڑوا دے تو آسمان کے نیچے اس زمین پر کوئی چیز نہ تھی جو اسکو بچا سکے۔ یعنی اسکو وہی سزا ملتی جو

کسی سخت سے سخت ملحد کو مل سکتی تھی خواہ وہ فی الحقیقت مذہبی رنگ میں کتنا ہی نیک اور
پرہیزگار کیوں نہ ہوتا۔ اگر ایک شخص کو علم ہے کہ فلاں شخص ملحدانہ عقیدہ رکھتا ہے یا اس کے
خیالات ملحدوں کے سے ہیں مگر وہ مذہبی عدالت کے سپاہیوں کو بلوا کر اسے نہیں پکڑواتا تو
اسکی سزا بھی وہی ہوتی تھی جو ایک الحاد کے ثابت شدہ مجرم کو دیجاتی تھی۔

۱۴۸۳ء میں ٹارکویماڈا ایک شخص تھا جس نے فرڈی نینڈ اور اسیبیلا کے عہد میں
ایمیرخ کی کتاب ہدایت نامہ برائے تفتیش کنندگان پر نظر ثانی کی اور اسمیں کچھ ایزادی بھی
کی۔ اس ترمیم شدہ قانون کے مطابق ان جرائم کی فہرست جنکی بنا پر کسی کو ملحد قرار دیا جاسکے
بہت بڑھا دیگئی۔ چنانچہ ذیل کا حصہ ہم ناظرین کی آگاہی کے لیئے پیش کرتے ہیں اور وہ
یہ ہے کہ "رومن کیتھولک کلیسیا کے کسی اصل یا فرع کے خلاف کچھ بھی لکھنا اور بولنا الحاد
ہے۔ پوپ کی اطاعت کو چھوڑ کر پراٹسٹنٹ بنجانا تو صاف طور پر موجب الزام الحاد تھا۔
اسکے علاوہ مندرجہ ذیل باتیں بھی ملحدین کی سمجھی جاتی تھیں۔ کوئی ایسا اصول پیش کرنا
جس سے پاپنے اصولوں پر زد پڑتی ہو یا جو ایسا کریں تو انپر الزام لگانے میں قاصر رہنا یا
مذہبی خدمات کا حقارت سے ذکر کرنا۔ یا رومن کیتھولک مذہب کی تصویروں کی شکل بگاڑنا
یا اُن کتابوں کا پڑھنا جو مذہبی عدالت نے منع کی ہیں۔ یا ایسی کتابیں پڑھنے کیلیئے دینا۔ یا
رومن کیتھولک مذہب کی مسلمہ رسومات سے کنارہ کرنا۔ یا ایک سال تک گناہوں کے اقرار کے
بغیر گزار دینا۔ روزے کے دنوں میں گوشت کھانا۔ مسیح کے خون وجسم کھانیکے وقت غیر حاضر
ہونا۔ یا کسی ایسے آدمی کے وعظ میں حاضر ہونا جو مذکورہ بالا میں سے کسی ایک کا بھی مرتکب
ہو۔ یا اس سے دوستی گانٹھنا یا اسے تحفہ دینا۔ قیدخانہ میں کسی ملحد کی ملاقات کے لیئے
جانا یا اُسے قید سے بھاگنے میں مدد دینا۔ جب محکمہ تفتیش مذہبی والے اسکو بلائیں اور
وہ انکی عدالت میں حاضر نہ ہو یا اس مذہبی عدالت کے عمل پر اظہار ناراضگی کرے یا کسی
ایسی بات کا انکار کرے جو کسی جج نے کہی ہو۔"

محکمہ تفتیش کے طریقے اور عملدرآمد جن کو ٹارکویماڈا نے رواج دیا انسائیکلوپیڈیا
برٹینکا میں یوں مرقوم ہیں۔ "جب کوئی ملزم یا جسپر اس قسم کا شک ہو سکے مذہبی عدالت

کے سامنے لایا جاتا تھا۔ تو پہلے ایک قسم کی تفتیش کیجاتی تھی اور اس تفتیش کا نتیجہ مذہبی ججوں کی ایک کمیٹی کے سامنے رکھا جاتا تھا اگر انکی رائے میں وہ ایک ایسا معاملہ ہوتا جس میں مذہبی عدالت کو دست اندازی کرنی چاہیئے جیسا کہ عموماً انکی رائے ہوتی تھی تو مخبروں اور گواہوں کی دوبارہ گواہی ان تمام ظنی حالات کے ساتھ جو جھوٹی ہمدردی اور سرگرمی مذہب کے لیئے جمع کر سکتی تھی پوری اور مکمل کرکے مذہبی عدالت کے پادریوں کے ایک گروہ کے سامنے پیش کیجاتی تھی ان پادریوں کو خود اپنے چال چلن پر دھبہ آنے اور اپنی عزت و آبرو میں فرق آجانیکا خوف ہوتا تھا اسلیئے انکی طرف سے ملزم کے متعلق اچھی رپورٹ کی امید رکھنی بالکل فضول ہوتی تھی اگر وہ ایسا کرتے تو خود انکی دینداری میں شبہ پڑتا تھا۔ جب وہ اپنی رائے ملزم کے خلاف دیدیتے تھے تو تب اس ملزم کو اس عدالت کے ایک خفیہ قیدخانہ میں بند کر دیا جاتا تھا جہاں کہ تمام بیرونی دنیا سے خط و کتابت اور اسکے تعلقات بالکل قطع ہو جاتے تھے۔ اسکے بعد ملزم کی تین دفعہ افسروں کے سامنے حاضری ہوتی تھی جنہیں کہ افسر اس سے زبردستی اقبال جرم کروانیکی کوشش کرتے تھے۔ اور اگر وہ ایسا کرتا تو انکی مہربانی سے اُسے تائب کا درجہ ملجاتا تھا اور تمام عمر ان اذیت دہندگان کے ظلموں کے نیچے گذارنی پڑتی تھی لیکن اگر اب بھی وہ انکار پر مصر رہتا تو دوبارہ الزام اسپر قائم کیئے جاتے اور وہ افسر جس کے سامنے اسکا مقدمہ ہوتا تھا یہ حکم دیدیتا کہ اب زبردستی اور تشدد سے اُس سے اقرار کروایا جائے۔ شروع ایام میں جب کہ یہ محکمہ قائم ہوا ایسا اکثر ہوتا رہتا تھا۔ اور اذیت دینے کے لیئے باریک در باریک راہیں نکالی جاتی تھیں۔ جنکی نسبت لورنٹو کی رائے ہے کہ جو جو باتیں ان سزاؤں کے متعلق مشہور ہیں کسی میں بھی مبالغہ نہیں اور لورنٹو ایسا شخص ہے کہ اُسے اس معاملہ سے خوب واقفیت تھی۔ عقوبت کے بعد اس شکستہ اعضاء کو بیانات لینے کے ہال میں لیجایا جاتا اور اسکو اپنے الزامات کے جواب دینے کے لیئے کہا جاتا۔ اور وہ الزامات جسکی وجہ سے وہ ماخوذ کیا جاتا پہلی دفعہ اسکے سامنے پڑھے جاتے۔ بعد میں اس سے پوچھا جاتا کہ آیا تم اپنا کوئی وکیل جواب دہی کے لیئے پیش کرنا چاہتے ہو

اگر وہ ایسی خواہش کرتا تو اسکے سامنے وکلا کی ایک فہرست پیش کیجاتی تھی جو دراصل اسی عدالت کے ملازم ہوتے تھے۔ اور اسکو کہا جاتا تھا کہ ان میں سے کوئی ایک چن لو۔ یہ وکالت محض ایک جھوٹا دکھاوا ہوتا تھا اور ملزم کے ساتھ ایک ہنسی ہوتی تھی۔ کیونکہ اسکا منشا صرف برائے نام کارروائی کا پورا کرنا ہوتا تھا۔ اس جواب دہی کے بعد جو بعض دفعہ مہینوں تک چلی جاتی تھی۔ ان پادریوں کی کمیٹی کو پھر بلایا جاتا تھا۔ وہ اپنا آخری فیصلہ دیدیتے جو کہ قریباً ہمیشہ ملزم کے خلاف ہی ہوا کرتا تھا۔ اس کے بعد سزا تجویز ہوتی تھی مگر اسکے ساتھ ہی دو جگہ اپیل کرنیکا موقع دیا جاتا تھا۔ ایک اپیل کی عدالت اعلیٰ ہوتی تھی مگر اسمیں جانا بالکل بے فائدہ ہوتا تھا کیونکہ یہ دراصل وہی پہلی عدالت تھی جس میں مقدمہ شروع ہوا تھا۔ اور دوسری اپیل کی جگہ روما میں پوپ تھا۔ پس ان اپیلوں کی وجہ سے پوپ کی آمدنی اور خزانہ میں خاصی ترقی ہوتی رہتی تھی کیونکہ روپیہ ہی سب سے بڑی دلیل سمجھی جاتی تھی۔ اسطرح محکمہ تفتیش تو مجرم کی جائداد ضبط کر لیتا اور پوپ صاحب اسکے دوستوں کا روپیہ اپیل میں ڈکار جاتے اگر وہاں سے قضائے کار بریت ملجاتی جیسا کہ کبھی کبھی ایسا واقعہ ہو جاتا تو وہ کمبخت بدنصیب پاؤں چٹختا لڑکھڑاتا گھر واپس آتا مگر جو کچھ اسکا کھویا جاتا اسمیں سے ایک پیسہ بھی اسکے ہاتھ نہ آتا۔ اور خواہ نخواہ کی قید۔ مقدمہ کی جانکنی اور اذیت کا کوئی بدلہ اسکو نہ دیا جاتا۔ لیکن اگر وہاں کا فتویٰ بھی اسے ملزم ہی قرار دیتا تب وہ لوگوں کو جمع کر کے انکے سامنے زندہ آگ میں جلایا جاتا۔ ایک خاص قسم کی پوشاک اسکو پہنا دیجاتی۔ جسکو مجرم پہنا کرتے تھے۔ اور آخر کار اُسے اسکی موت کی جگہ لیجایا جاتا۔ اور اسجگہ اُسے اسکی قسمت کا فیصلہ سنایا جاتا تھا۔ اسکے بعد اس کیلئے دو راہیں تھیں یا تو بلا لیا جاتا یعنی زندہ رکھا جاتا مگر اسکو اسقدر عقوبتیں اور اذیتیں برداشت کرنی پڑتیں کہ موت سے بھی بدتر ہوتیں اور یا اسے رد کیا جاتا تھا۔ یعنی اُسے سرکاری افسروں کے حوالہ کیا جاتا۔ کہ وہ اُسے زندہ جلا دیں۔ کیونکہ اس مقدس محکمہ کو خون کرنے سے کوئی واسطہ نہ تھا۔

تاریخ میں اور کوئی مثال نہیں ملتی جہاں اسقدر ظالمانہ بیرحمی اور سفاکی عدالت کے نام کے نیچے دکھائی گئی ہو اور پھر اسکے ساتھ اسطرح کی بار بار ایک دربار ایک اذیتیں اور کھلی

بے انصافی لگی ہوئی ہو۔ اس زمانے کی تمام ذہانت اور جدت عقوبت دینی کیلئے نئے نئے طریق سوچنے میں صرف کیگئی ان خطرناک آلات کو جو اذیت پہنچانیکے لیے استعمال کئے جاتے تھے لفظوں میں بیان کرنا مشکل ہے۔ مذہبی عدالت کے ججوں اور انکے مددگاروں کی شیطانی جدت کے سامنے خود شیطان کی شیطانی مات پڑ جاتی ہے۔ اور شیطان نے خود اپنی کمزوری کا اعتراف کیا ہوگا۔ محکمہ تفتیش کی مختصر تواریخ میں ان آلات کی تصاویر کہیں کہیں درج ہیں لیکن ان اذیتوں اور عقوبتوں کا اظہار الفاظ اور تصویروں کے ذریعہ نہیں ہوسکتا۔ انہیں سے چند کے نام مفصلہ ذیل ہیں۔ ملزم کے لٹانیکے لیئے بنچ۔ سادہ شکنجہ۔ لوہے کا بسترہ۔ زبان نکالنے کا موچنا۔ لوہے یا کسی اور دھات کا تازیانہ۔ منہ میں رکھنے کی ناسپاتی (یہ بھی دھات کی ہوتی تھی جس سے ملزم کا سانس بند ہوجاتا تھا) لٹانیوالی پھانسی۔ اذیت دینے کی کرسی۔ چور پکڑنیوالا۔ کانٹوں والا تاج سر کیلئے۔ لوہے کے بوٹ۔ انگوٹھا مروڑنیکا پیچ اور گلے میں ڈالنے والا آہنی پٹہ ملزم کو ایک آگ کیطرح سر منہ ڈھانپنے والا ٹوپ پہنایا جاتا تھا جسمیں کانوں کے مقابل پر سوراخ ہوتے تھے۔ اور ان سوراخوں کے راستہ اس غریب کے کانوں میں پگھلا ہوا سکہ (سیسہ) ڈالا جاتا تھا۔ یہ تمام سزائیں اسلیئے استعمال کیجاتی تھیں کہ ملزم اپنے الزام کا اقبال کرلے جو اسپر لگایا گیا ہو خواہ وہ قصور اسکے وہم تک میں نہ آیا ہو جسے اس عدالت کے سپاہی لا حاضر کیا کرتے تھے۔ ملزم کے مارنیکے بھی کئی طریقے تھے۔ بعضوں کی تو زندہ کھال اتار لیجاتی تھی بعضوں کو آگ کی سی دھات کے بنے ہوئے بیلوں کے اندر بند کردیا جاتا تھا۔ یا لوہے کی بنی ہوئی مریم کی تصویر میں ڈالدیئے جاتے تھے تاکہ زندہ ہی کباب ہوجاویں۔ یا ایک چکر کھانیوالے پہیہ کے ساتھ باندھ دیئے جاتے تھے اور اسکو ایک تیز جلتی ہوئی آگ پر چکر دیا جاتا تھا۔ یا عام راستہ گاہوں میں زندہ جلا دیئے جاتے تھے۔

مفصلہ ذیل سیاست کرنیکے طریقے محکمہ تفتیش کی مختصر تاریخ سے لئے گئے ہیں چرخی سے سزا دینے وقت چرخی کی ہک کمرہ کی چھت سے لگا دیجاتی تھی۔ ملزم کا کمر تک نچلا آدھا دھڑ ننگا کردیا جاتا تھا۔ اسکے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دیجاتی تھیں اور گھٹنوں میں بوجھ باندھ دیا جاتا تھا۔ ایک رسا چرخی پر سے گذرتا ہوا ہوتا تھا جس سے اسکی ہر دو کلائیاں اسکی پیٹھ کے پیچھے باندھ دیجاتی تھیں۔ پھر وہ اس رسے کے ذریعہ ہوا میں لٹکا دیا جاتا تھا اور پھر جھٹکوں کے ساتھ نیچے کیا جاتا تھا۔ ہر دفعہ جبکہ وہ نیچے ہوجاتا تھا تو وہ جج صاحبان جو پاس کھڑے ہوتے تھے وہ اسکو نصیحت اور لعنت ملامت کرتے تھے کہ وہ سچ کو ظاہر کردے۔ "شکنجہ میں ملحد کو سزا اسطرح سے دیجاتی تھی کہ اسکو ایک لکڑی کی گھوڑی پر یا فریم میں لٹا دیا جاتا تھا۔ جسمیں سیڑھی کیطرح حلقے لگے ہوئے ہوتے تھے اور وہاں اسکو اسطرح سے باندھ دیا جاتا تھا کہ اسکے ہاتھ پاؤں یا سر ہلانیکی کوئی جگہ نہ ہوتی تھی یہ شکنجہ اسطرح سے بنا ہوا ہوتا تھا کہ

ملزم کو کم سے کم آٹھ اعضا میں تشنج واقع ہوئے" پھر ایک سزا یہ بھی ہوتی تھی کہ ریشم کا ایک ٹکڑا لیتے تھے اور اسے ملزم کے منہ پر رکھکر دیتے تھے پھر اسپر پانی گرانا شروع کرتے تھے یہانتک کہ پانی کے زور سے وہ کپڑے کا ٹکڑا حلق کے اندر اتر جاتا تھا اور اسطرح اُس جان کنی کی حالت پیدا کر کے دکھا دیتے تھے جو ڈوبتے وقت سانس کے گھٹنے سے پیدا ہوتی ہے۔

ایک اور طریق سزا دینے کا آگ سے تھا۔ کہ مجرم کو زمین پر بٹھا دیا جاتا تھا اور اسکے پاؤں کاٹھ میں جڑ دیئے جاتے گھٹنوں کے اوپر اور دونوں ٹانگوں کے درمیان اور ان دونوں کے ارد گرد لکڑی کے ٹکڑے کیلوں سے جڑ دیئے جاتے تھے مگر اسکے پاؤں کی تلیاں بالکل ننگی چھوڑ دیجاتی تھیں۔ تب اُن تلووں پر سؤر کی چربی لگا دیجاتی تھی اور انپر ایک دھکتا ہوا انگارا پھیرا جاتا تھا جس سے پہلے پہل تو ان تلووں پر چھالے پڑجاتے تھے اور بعد میں وہ بالکل بھن جاتے تھے کچھ دفعوں کے بعد آگ اور اسکے پاؤں کے درمیان ایک لکڑی کا تختہ رکھدیا جاتا تھا مگر یہ تختہ فوراً اٹھا دیا جاتا تھا اگر وہ شخص حکم ماننے سے انکار کرتا یعنی اس الزام کا اقرار نہ کرتا جو اسپر لگایا گیا تھا۔ چونکہ شکنجہ کی نسبت یہ زیادہ درد انگیز مگر کم مہلک ہوتا تھا اسلیئے یہ اذیت کی صورت اکثر اسحالتمیں استعمال کیجاتی تھی جبکہ ملزم عورت ہوتی تھی۔ یہ ان حالتونمیں بھی استعمال کیا جاتا تھا جبکہ بچوں سے انکے والدین کے برخلاف گواہی دلوانی منظور ہوتی تھی۔

محکمہ تفتیش کے شکار جنپر کہ سزائے آگ کا فتویٰ لگ جاتا تھا وہ سرکاری افسروں کے سپرد کر دیئے جاتے تھے تو اسوقت جلانیکی رسم ادا کیجاتی تھی۔ اس نظارہ کا دیکھنا بہت ہی ثواب سمجھا جاتا تھا۔ ۱۷۲۶ء کے ایک جلانیکے واقعہ کا پورا حال اب تک محفوظ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عام منادی کے ذریعہ کل لوگونکو اس تماشہ کے دیکھنے کیلئے بلایا جاتا تھا جیسا کہ ذیل کے اشتہار سے عیاں ہے۔ "تفتیش کا مقدس محکمہ اس بات کی عام اطلاع دیتا ہے کہ سب دیندار عیسائیونکو جو بادشاہونکے شہر کے رہنے والے ہیں یہ یاد رہے کہ ۲۳۔ دسمبر ۱۷۳۶ء میں ایک آٹوڈیفا یعنی تمام لوگونکے سامنے جلانیکی رسم ادا کیجائیگی تاکہ ہمارے مقدس رومن کیتھولک مذہب کا بول بالا ہو۔ یہ جلانیکی رسم شہر کے چوک میں ادا کیجائیگی تاکہ تمام دیندار لوگ اپنی حاضری سے مدد کر کے وہ ثواب اور وہ حقوق حاصل کریں جو بادشاہونکی طرف سے صرف ان لوگونکو ملتے ہیں جو کہ مذکورہ بالا جلانیکی رسم میں اپنی حاضری سے مدد دیں۔ اور ساتھ رہیں۔ یہ نوٹس اسلیئے شائع کیا جاتا ہے تاکہ تمام لوگونکو یہ بات معلوم ہوجاوے" یہ وہ محبت کا طریق تھا جس سے عیسائیت کی حفاظت کیجاتی تھی۔ اور عیسائی مذہب کا جلال ظاہر کرنیکے لیئے زندہ انسانوں کو آگ میں جلا کر لطف اور ثواب حاصل کیا جاتا تھا۔ مگر اس مکروہ اور ڈراؤنی تصویر کے ساتھ ان تکالیف اور دکھوں کا خاتمہ نہیں ہوجاتا تھا جو اس مقدس محکمہ تفتیش کیطرف سے بیگناہ لوگونکو پہنچائے

جاتی تھے۔علاوہ وحشیانہ اذیتوں اور سزاؤنکے اس مذہبی عدالت کے پاکباز جج اور کارندے مختلف قسم کی بیحیائیوں کے مرتکب بھی ہوا کرتے تھے۔یہ مضمون اسقدر نازک ہے کہ یہاں اسپر لمبی بحث نہیں ہوسکتی مگر ذیل کی ایک چٹھی کا خلاصہ ہے جو کہ بادشاہ کیخدمت میں اس غرض کیلئے بھیجی گئی تھی کہ ان معاملات سے اِخفا کو دُور کر دیا جاوے۔اس اِخفا کا دُور کروانا ہی ان بیحیائیونکی اصلیت کو ظاہر کردیتا ہے۔عرضی دینے والوں نے اس بات کیطرف اشارہ کیا کہ کوئی ایسا جج ہو جسکا رجحان عیاشی کیطرف ہو تو وہ اپنی نفسانی خواہشات کو جی کھولکر انکی کنواری لڑکیوں اور بیویوں سے پورا کر سکتا ہے جو قید کرکے اسکے سامنے لائی جاتی ہیں اور نیز ان عورتوں سے بھی وہ اپنی خواہشات نفسانی پورا کرسکتا ہے جنکو صرف گواہ کے طور پر بلا یا گیا ہو مگر انکے چہروں سے یہ معلوم ہو کہ اگر انپر کوئی دست اندازی کیجاوے تو وہ ڈر کے مارے ذرا بھی مقابلہ نہ کریں گی۔اسی طرح سے انہوں نے اس بات کو بھی توضیح سے بیان کیا کہ مختار اور دوسرے عملے کے لوگوں کو بھی قیدیوں کی بیویوں اور لڑکیوں پر ہر طرح کے اختیارات حاصل ہیں اور چونکہ ان لوگوں کی شادی نہیں ہوئی ہوتی اسلیئے انسے اور بھی زیادہ خطرہ کا ڈر ہے۔ پھر عرضی میں یہ بھی لکھا ہے کہ یہ تمام باتیں ایسی عام طور پر مشہور ہیں کہ مذہبی عدالت کے ججوں۔ سررشتہ داروں اور کارندوں کے عہدوں کو عام طور پر وہ لوگ حاصل کرنیکی کوشش کرتے ہیں جو شہوات نفسانی کی طرف مائل ہوتے ہیں۔

دینی اور دنیاوی افسر ان ظلموں میں اور انسے جو فائدے مالی حاصل ہوتے تھے ان سب میں شریک تھے۔ دونوں ان دُکھوں اور تکالیف کی بالکل پروا نہ کرتے تھے جو انکی وجہ سے عام بنی نوع انسان پر وارد ہو رہے تھے۔دونوں کا ایمان تھا کہ ان وحشیانہ طریقوں سے عیسائیت کی شان اور تقدس بڑھتا ہے۔جب قرطبہ کے باشندے محکمہ تفتیش کی ناقابل برداشت سختیوں سے تنگ آکر بغاوت کرنے پر کمر بستہ ہوگئے تو پوپ جولیس ثانی نے اپنی چٹھی میں ایک دوست کو لکھا "کہ جو لوگ مذہبی عدالت کے برخلاف اُٹھ کھڑے ہوئے ہیں وہ یہودی ہیں جو اپنے آپ کو عیسائی بتلاتے ہیں انکی بیخ و بنیاد اُکھاڑ دینی چاہیئے۔کسی قسم کی محنت اس وبا کو پھیلنے سے روکنے کے لیئے اُٹھا نہ رکھنی چاہیئے۔ ان تمام اشخاص کو کھود کھود کر نکالنا چاہیئے جنہوں نے اس

بغاوت میں حصہ لیا ہے اور انکے سزا دینے میں نہایت اور اشد درجہ کی سختی سے کام لینا چاہیئے
انکی کوئی اپیل تک نہ سننی چاہیئے" شاہ فرڈی نینڈ نے مرتے وقت مفصلہ ذیل وصیت
اپنے جانشین کو کی کہ "جیسا کہ تمام نیکیاں بغیر ایمان کے کچھ نہیں کیونکہ صرف ایمان ہی ہے
جس میں اور جس کی وجہ سے ہمیں نجات ملتی ہے اسلیئے اے شہزادہ عالی تبار میں تمھیں
وصیت کرتا ہوں کہ تم کیتھولک مذہب کی حفاظت اور ترقی میں ہمیشہ سرگرمی دکھانا
اور تمھیں چاہیئے کہ خدا کی کلیسیا کی حفاظت اور مدد اور حمایت کرتے رہو۔ تم اپنی تمام
طاقت سے اپنے ملک میں سے کفر و الحاد کو جڑھ سے اکھاڑ کر پھینک دو اور اپنی تمام
سلطنت میں انکو افسر بناؤ جو خدا سے ڈرنیوالے ہوں اور جنکے اندر ایک ملامت کرنیوالا
ضمیر موجود ہو جو محکمہ تفتیش کو انصاف سے اور انتظام سے چلائیں تاکہ اس میں خدا کی
عبادت ہو اور کیتھولک مذہب کی شان اعلیٰ ہو اور جو مسلمانوں کے مذہب کے برباد کرنے
کے لیئے ایک خاص جوش رکھتے ہوں"

اسطرح کے دیندارانہ احکام اور وصیتیں ہوتی تھیں جو عیسائی بادشاہ بستر مرگ پر پڑے
اپنے جانشینوں کے لیئے چھوڑ جاتے تھے۔ محکمہ تفتیش کا انصاف اور درستی سے چلانا
طنزیہ معلوم ہوتا ہے اور ایسا ہی اس حکم میں طنز پائی جاتی ہے کہ مذہبی عدالت کے وزرا
امرا ایسے ہوں کہ متقی اور خدا کا خوف کھائیں۔ کیونکہ تاریخ ظاہر کرتی ہے کہ خود فرڈینینڈ
کی اپنی کرتوتیں اسکے الفاظ کے مخالف تھیں۔ اسکی اٹھارہ سالہ حکومت میں نو ہزار اور
دسہزار آدمی کے درمیان زندہ جلا دیئے گئے۔ سات ہزار کے قریب ایسے تھے جن کی
شکلوں کو جلایا گیا (کیونکہ جلانے کی رسم ادا ہونیسے پہلے وہ بھاگ گئے یا مر چکے تھے)
اور قریباً ایک لاکھ آدمی اور اور طرزوں سے مروایا گیا۔ انکے علاوہ بہت آدمیوں کو اذیتیں
دی گئیں۔ انکی جائدادیں ضبط کر لی گئیں جن کی آمدنی وغیرہ بادشاہ اور عدالت کے نوکروں
کے درمیان تقسیم ہوگئی اور وہ بدقسمت دنیا میں کوڑی کوڑی کے محتاج کر دیئے گئے۔
لورنٹو صرف ایک ملک ہسپانیہ میں محکمہ تفتیش کے قیام کے زمانے میں مفصلہ ذیل
اعداد دیتا ہے وہ کہتا ہے کہ ۳۱۹۱۲ زندہ جلائے گئے ۱۷۶۵۹ کے جلانیکی رسم بغیر انکی

موجودگی کے ادا کی گئی۔ اور ۲۹۱۴۵۰ کو دوسری سزاؤں سے مروایا گیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ان سزا دہیوں میں فرڈنینڈ کا سب سے بڑا حصّہ ہے۔

ہسپانیہ میں سب سے زیادہ شکار محکمہ تفتیش کی ظالمانہ کارروائیوں کے یا تو وہ لوگ ہوئے جنکو مجبور کرکے یہودیت اور اسلام چھڑوا کر عیسائی مذہب میں داخل کیا گیا اور یا پراٹسٹنٹ فرقہ کے عیسائی۔ پہلے قانون جلاوطنی پاس کر دیا گیا کہ سوائے کیتھولک مذہب کے عیسائیوں کے اور کوئی آدمی ملک کے اندر نہ ٹھہرے اور غیر مذہب کے لوگ سوائے بپتسمہ لیکر عیسائیت میں داخل ہونیکے کسی طرح ملک میں نہ رہ سکتے تھے۔ ۲۳۵۰۰۰ یہودی میں سے ۱۶۵۰۰۰ ملک چھوڑ گئے ۵۰۰۰۰ ہزار نے بپتسمہ لینا قبول کر لیا اور ۲۰۰۰۰ ہزار موت کا شکار بنے۔ مگر سب سے زیادہ مصیبت کا شکار وہی لوگ بنے جنہوں نے اپنا مذہب تبدیل کر لیا کیونکہ پھر محکمہ تفتیش کا ڈنڈا انپر ہی چلا اور انکے دوسرے بھائی جو ملک چھوڑ گئے تھے وہ غیر ملکوں میں بے خانماں ننگے بھوکے کوڑیوں کے محتاج ہو گئے۔ بہتوں کو سمندر میں غرق کر دیا گیا اور اکثر بھوک سے ہلاک ہو گئے۔ یہی حال مسلمانوں کا ہوا جنہوں نے صدیوں تک ہسپانیہ اور ہسپانیہ ۔ ۔ ۔ کے ذریعہ دوسرے بلاد یورپ کو علم و تہذیب کی روشنی دی تھی۔ غرناطہ کے فتح ہونیکے بعد باوجود اسکے کہ اسکے رہنے والوں کو جان و مال کی حفاظت کا پکا وعدہ دیا گیا تھا تو بھی انپر بے رحمانہ سختیاں کیگئیں۔ دس سال کے بعد ایک فرمان شاہی جاری ہوا کہ خدا کے دشمنوں یعنی مسلمانوں کو ہسپانیہ سے نکال دیا جاوے۔ بہتوں کو اذیتیں اور سزائیں دی گئیں اور زندہ جلا دیا گیا۔ بکل اپنی تاریخ تمدن میں لکھتا ہے کہ مسلمانوں کی بڑی تعداد زبردستی عیسائی بنالی گئی۔ اور عیسائی بنانیکے بعد انپر عیسائی مذہب کے احکام جاری ہونے شروع ہوئے۔ کیونکہ اب انکو کلیسیا میں داخل سمجھا گیا اور یہ دلیل دی گئی کہ جس طرح اور عیسائیوں کو بعض احکام ماننے ضروری ہیں اسی طرح عیسائی ہونیکی حیثیت میں وہ احکام انپر بھی لازمی ہیں۔ اس لیئے اب وہ تعمیل احکام محکمہ تفتیش مذہبی کے ذریعہ شروع کی گئی اور اس مذہبی عدالت نے سولھویں صدی کے بقیہ حصّہ میں ان زبردستی عیسائی شدہ مسلمانوں پر جنکو اسوقت مورسکوز کہا جاتا تھا

بڑی بڑی وحشیانہ سختیاں کیں۔ پھر ۱۵۶۶ء میں فلپ ثانی شاہ سپین نے یہ حکم دیا کہ مورسکوز ان تمام چیزوں کو چھوڑ دیں جو انکو اپنا پہلا مذہب یاد دلاتی ہوں انکو حکم دیا گیا کہ ہسپانیہ کی زبان کو سیکھیں اور تمام عربی کتابوں کو چھوڑ دیں اور انکو سرکاری افسروں کے حوالہ کر دیں۔ اگر وہ ایسا نہ کریں گے تو انکو سخت سے سخت سزائیں دیجاوینگی۔ انکو اپنی زبان میں گفتگو کرنا یا لکھنا یا پڑھنا سب یک لخت منع کر دیا گیا یہانتک کہ وہ ایسی بات اپنے گھروں کے اندر بھی نہ کریں۔ چونکہ غسل کرنا مسلمانوں میں لازمی امر تھا اس لیئے اسکو بھی کفر کا نشان سمجھا گیا اور حکم دیا گیا کہ تمام سرکاری اور عام حماموں کو توڑ دیا جائے یہانتک کہ لوگ اپنے گھروں میں بھی کوئی حمام نہ رکھیں۔ فلپ سوم شاہ سپین کے عہد میں ان لوگوں پر ایک ایسی چوٹ لگائی گئی کہ ان مسلمانوں سے بنائے ہوئے عیسائیوں کا خاتمہ ہو گیا۔ ویلنشیا کے لاٹ پادری نے یہ دلیل دی کہ چونکہ ملک سپین پر جسقدر بلائیں نازل ہوئی ہیں یا ہو رہی ہیں وہ انہی مورسکوز کی وجہ سے ہیں اسلیئے اس نے بڑے زور سے بادشاہ کو درخواست دی کہ سات برس سے نیچے کے بچوں کو چھوڑ کر ان تمام عیسائی شدہ مسلمانوں کو یا جلاوطن کر دیا جائے یا غلام بنا لیا جاوے۔ کیا ہی وسیع آزادی اور رواداری ہے!!!۔ لاٹ پادری صاحب یہانتک بڑھے کہ تمام مصیبتیں جو ملک پر وارد ہو رہی ہیں وہ ملک میں کفر (یعنی اسلام) کو آزادی اور روا رکھنے کی وجہ سے ہیں۔ طلیطلہ کے لاٹ پادری صاحب نے جس میں پہلے صاحب کی نسبت ذرا ایمان زیادہ تھا انہوں نے یہ رائے دی کہ خبردار بے گناہ بچوں کو نہیں چھوڑنا اور انہوں نے پہلے کی رائے پر بڑے زور سے اعتراض کیا اسلیئے سپین کے سب سے زیادہ محنتی لوگ دس لاکھ کی تعداد میں ڈھونڈ ڈھونڈ کر نکالے گئے جسطرح کہ جنگلی جانوروں کا شکار کیا جاتا ہے۔ اور یہ صرف اس لیئے کہ وہ عیسائی مذہب میں صادق نہیں خیال کیئے جاتے تھے۔ بہتوں کو سمندر کے کنارے پہنچنے تک قتل کر ڈالا گیا۔ بہت مار پیٹ اور لوٹ لیئے گئے اور اکثر بہت ہی بری حالت میں جہازوں میں سوار ہو کر افریقہ کو چلدیئے" الخ۔ عیسائی اتفاق اور محبت کا کیا ہی عظیم الشان نمونہ تھا۔ اور دشمنوں سے بھی پیار کرنیوالی آیت کی کیا ہی عمدہ تفسیر سپین کے دینداروں کا

چال چلن تھا۔

ہالینڈ اور بلجیم میں محکمہ تفتیش کا کام سپین سے بدرجہا زیادہ خطرناک تھا۔ شاہنشاہ چارس پنجم اور فلپ ثانی کے عہد حکومت میں جنہوں نے ۱۵۱۶ء سے لیکر ۱۵۹۸ء تک حکومت کی یہ ہر دو ملک بالکل دوزخ کا نمونہ بنگئے۔ ان ہر دو ممالک میں جو ملحدین پر ظلم کیئے گئے وہ درندگی اور وحشیانہ پن میں حد سے بڑھے ہوئے تھے۔ رومن کیتھولک لوگوں نے وہاں کے اور فرقوں کے لوگوں کے برخلاف پہلے ہی سے ایک بے رحمانہ لڑائی شروع کی ہوئی تھی۔ کفر اور الحاد کی سزا تو موت تھی اور وہ بھی عموماً آگ کے ذریعہ سے۔ لیکن جیسا کہ موٹلے کہتا ہے اس سے بھی زیادہ اذیت پہنچانیوالی سزائیں ایجاد ہو چکی تھیں جب ملزم کا گناہ جلتے ہوئے لوہے یا ہلوں کے جلتے ہوئے پھلوں کے ذریعہ یا اُبلتے ہوئے پانی یا کسی اور منطقی دلیل کے ذریعہ ثابت ہو جاتا۔ تو اسکو ننگا کر دیا جاتا تھا اور اُسے ستون کے ساتھ باندھ دیا جاتا تھا۔ تب گردن سے لیکر ناف تک اسکی کھال اُدھیڑ لیجاتی تھی اور شہد کی مکھیاں چھوڑ دیجاتی تھیں کہ وہ اس کے ننگے گوشت کو جس سے خون جاری تھا کاٹیں۔ یہانتک کہ اس سختی کی جان کنی کیحالت میں اس غریب کی روح پرواز کر جاتی تھی۔ ۱۵۲۱ء چارس شاہ سپین و جرمنی نے ایک فرمان جاری کیا جسمیں لیوتھر اور اسکے پیروؤں کو مجرم ٹھہرایا گیا۔ فرمان کے الفاظ حسب ذیل تھے "جیسا کہ معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ بالا شخص جس کا نام مارٹن لیوتھر ہے وہ انسان نہیں بلکہ ایک شیطان ہے جو کہ انسان کی شکل اختیار کیئے ہوئے ہے اور ایک پادری کا لباس پہنے ہوئے ہے تاکہ بہت آسانی سے لوگوں کو گمراہ کر کے انکو دوزخ اور ابدی سزا میں ڈلواوے۔ لہذا یہ حکم دیا جاتا ہے کہ اسکے تمام متبعین اور مریدین کو سزائے موت دیجاوے اور انکی جائدادیں اور مال ضبط کر لیئے جاویں۔" ان فرمانوں پر عملدرآمد کرنیسے ہزاروں موت کا شکار بنے مگر باوجود ان بیرحمانہ کارروائیوں کے یہ سلسلہ اصلاح یعنی پراٹسٹنٹ مذہب بڑے زور اور استقلال سے ترقی کرتا گیا۔

اسی زمانہ میں عیسائیوں کے ایک اور فرقے کا غلبہ شروع ہوا یعنی ایناباپٹسٹس انہوں نے

منسٹر شہر پر قبضہ کر لیا اور اپنے بر خلاف ظلم کرنیوالوں سے بھی ظلم میں بڑھ گئے۔ دم انہوں نے جائدادیں اور مال اسباب ضبط کر لیا۔ گرجوں کو لوٹ لیا۔ عورتوں کی پردہ دری کی اور انکی عصمتوں کو توڑا اور ان آدمیوں کو انہوں نے قتل کر ڈالا جنہوں نے ان کے ساتھ شمولیت سے انکار کیا۔ پھر انکی اپنی باری آئی۔ انکے سردار کو جلتے ہوئے چمٹوں سے نوچ نوچ کر مار اگیا۔ اسکے بعد قتل عام شروع ہوا جس میں اینا بپٹسٹوں کے ساتھ ہزاروں بیگناہ لوگ مارے گئے۔ شاہنشاہ کی ہمشیرہ نے جو ہنگری کی ملکہ اور اس زمانہ میں ندرلینڈز میں نائب السلطنت تھی باوجود عورت اور فطرتاً رحم دل ہونیکے مذہبی جوش کے جنون سے متاثر ہوکر یہ حکم لکھا کہ وہ لوگ جو الحاد اور بدعت پر اڑے رہیں اور وہ لوگ جو گذشتہ الحاد اور بدعت سے تائب ہوکر طالب معافی ہوں ہر دو کا ایک ہی حال ہونا چاہیئے تاکہ ہمارے ملک سے الحاد اور بدعت یک قلم دور ہو جائے۔ اسلیئے ۱۵۳۵ء میں ایک شہنشاہی فرمان جاری ہوا کہ بدعت اور الحاد سے تائب ہونیوالے کی یہ سزا ہے کہ اگر وہ مرد ہے تو اُسے تلوار سے قتل کیا جاوے اور اگر وہ عورت ہے تو اُسے زندہ درگور کیا جاوے۔ لیکن اگر یہ بدعتی اور ملحد لوگ اپنے الحاد اور بدعت سے باز نہ آئیں تو انکو زندہ جلا دیا جاوے۔ مگر یہ جج کی مرضی پر چھوڑا گیا کہ اگر وہ اپنے ذہن رسا کے ذریعہ کوئی تکلیف دہ اور اس سے بھی زیادہ شیطانی سزا نکال سکے تو اسکے استعمال کرنیکا بھی اُسے اختیار ہے۔ یہ تخمینہ لگایا گیا ہے کہ ایک لاکھ سے زیادہ والڈنز آگ میں جلائے گئے۔ قتل کیئے گئے اور زندہ گاڑ دیئے گئے۔ آزادیٔ مذہب اور آزادیٔ خیال پر جو قیود عائد کی گئیں وہ حسب ذیل ہیں۔ دد کوئی شخص مارٹن لیوتھر۔ الرک زونگلی۔ جان ایکولیمپی اس۔ مارٹن بیوسر۔ جان کالون یا دوسرے بدعتی اور ملحد لوگوں کی لکھی ہوئی کتابیں جنکی ممانعت کیتھولک چرچ نے کر دی ہے نہ چھاپے نہ لکھے۔ نہ نقل کرے۔ نہ اپنے پاس رکھے۔ نہ چھپا کر رکھے۔ نہ بیچے خریدے اور دیوے۔ نہ گرجوں میں۔ نہ بازاروں میں اور نہ کسی اور جگہ میں .... اسی طرح ہم حکم دیتے ہیں کہ کوئی شخص جو پادری نہیں اور جس نے باقاعدہ دینی علم تحصیل نہ کیا ہو وہ مذہبی کتابوں کے متعلق کسی قسم کی بحث یا گفتگو نہ کرے نہ کھلے طور پہ اور نہ خفیہ طور سے۔

خاص کر کے ایسے معاملات جو شکل ہیں یا متشابہات میں سے ہیں۔ اور نہ ہی وہ ان مذہبی کتابوںکو پڑھے اور نہ پڑھائے اور نہ ہی انکی تشریح کرے،، جو شخص ان احکام میں سے کسی کی بھی نافرمانی کریگا تو اس سے وہی سلوک کیا جاویگا جو کسی ملحد یا بدعتی سے کیا جاتا ہے یعنی اسکو یا تو زندہ جلا دیا جائیگا یا زندہ درگور کر دیا جائیگا یا قتل کیا جائیگا۔ اور جو شخص ایسے شخص کو کسی قسم کی خوراک جائے رہائش آگ یا کپڑے یا اور کسی طرح کی مدد دیگا وہ بھی سزا کا مستوجب ہوگا۔ ایسا شخص جسپر کبھی الحاد کا الزام قائم نہیں ہوا مگر اسپر ملحد ہونیکا ایک دفعہ شک ہو چکا ہو اور اسکو مذہبی عدالت کے روحانی جج نے الحاد چھوڑنیکے لیئے حکم دیا ہو۔ پھر اگر اسکی نسبت ویسا شک ہی پڑ جائے تو اسکی بھی وہی سزا ہوگی جو کہ ایک ملعون ملحد کی ہو سکتی ہے۔ اگر کسی شخص کو یہ پتہ ہو کہ فلاں شخص ملحد ہے یا اُسے اسجگہ کا علم ہے جہاں کہ ملحد رہتے ہوں تو اسکو چاہیئے کہ فوراً اس بات کا پتہ سرکاری افسروں کو دیدے۔ اگر وہ ایسا نہ کریگا تو وہ بھی انکا شریک سمجھا جائیگا۔

فلپ کے عہد حکومت میں محکمہ تفتیش مذہبی اور بھی خطرناک ہو گیا اور فلپ کا اپنا قول ہے جو کہ وہ فخریہ اپنے وزرا کے سامنے بیان کیا کرتا تھا۔ کہ اسکا قائم کردہ محکمہ تفتیش ہسپانیہ کے محکمہ تفتیش سے کئی درجے زیادہ خطرناک تھا۔ محکمہ تفتیش کی مختصر تاریخ کا مفصلہ ذیل فقرہ اس طوفان بے تمیزی کا اندازہ لگانیکے لیئے کافی ہے اور یہ وہ مظالم کی سلطنت کا زمانہ تھا جسکو فلپ ثانی شاہ سپین نے باقاعدہ طور سے جاری کیا اور اسکے ایجنٹوں نے اسکی ہدایات کے موافق اُسے جاری رکھا۔ مصنف تاریخ مذکور لکھتا ہے۔ "فلپ کے تخت نشین ہوتے ہی ہزاروں آدمی۔ عورتیں اور بچے جلا کر اور اذیتیں پہنچا کر مارے گئے۔ روما اور میڈرڈ ہر دو شہروں سے یہی احکام مختلف صوبوں کو پہنچتے تھے کہ شکنجہ میں چڑھاؤ اور زندوں کو جلا دو۔ جاسوسوں اور انسانوں کے شکاریوں نے قید خانوں کو بھر دیا۔ مگر جتنی جلدی وہ قید خانے بھرتے جاتے تھے اتنی ہی جلدی سولی انہیں خالی کیئے دیتی تھی۔ مرد و عورت ہر دو کے اعضا چرخ پر چڑھا کر توڑ دیئے جاتے تھے پھر انکو شکنجوں میں کسا جاتا تھا اور بعد میں گھوڑوں کی دموں سے باندھکر بازارو

میں کھینچا جاتا تھا۔ انکی آنکھیں نکال دیجاتی تھیں۔ انکی زبانیں جڑھ سے اُکھیڑ دیجاتی تھیں۔ انکے ہاتھ اور پاؤں گرم سُرخ ہتکڑیوں اور بیڑیوں کے ذریعہ جلائے اور مروڑے جاتے تھے انکو بھوکھ سے مارا جاتا تھا۔ انکو پانی میں ڈبو دیا جاتا تھا۔ انکو دار پر کھینچا جاتا تھا اور انکو جلا کر مار دیا جاتا تھا یا اور دوسرے طریقوں سے فنا کر دیا جاتا تھا جو کہ پادریوں کی شیطانی ذہانت نے بتدریج اور سخت اذیت کے ساتھ مارنے کیلئے ایجاد کیئے تھے۔ بعض دفعہ ملزم کو پاؤں اوپر کرکے لٹکا دیا جاتا تھا اور اسطرح وہ بیچارہ کئی دن مصیبت میں رہ کر مر جاتا تھا بعض اسکو شکنجہ میں چڑھا کر اسکی زبان کھینچکر اور اسکو زخمی کرنیکے بعد ہاتھ اور پاؤں اسکی پیٹھ کے ساتھ ایک زنجیر کے ذریعہ باندھ دیئے جاتے تھے۔ پھر اسکو ایک جلتی ہوئی آگ پر آہستہ آہستہ جھولا جھلایا جاتا تھا یہانتک کہ اسکا کباب بنجاتا تھا" دیکھو مختصر تاریخ محکمہ تفتیش۔

اگرچہ محکمہ تفتیش نے انگلستان میں وہ خوفناک شکل اختیار نہ کی جو سپین اور نذر سینڈز میں تھی تاہم سیکڑوں لوگ بدعت اور الحاد کی وجہ سے جلائے گئے۔

والڈنیز۔ ایلبیجنسیز اور ہیوگونوز پر جو جو ظلم ہوئے وہ بھی قابل تذکرہ ہیں۔

فرقہ نسینر کے لوگ ایک شخص والدس نامی کے پیرو تھے اور پہلے پہل انپر صرف اسوجہ سے تعزیریں قائم کی گئیں کہ وہ بغیر سرکاری اجازت کے وعظ کرتے تھے۔ اس سلسلہ کا آغاز ۱۱۷۰ء سے ..... ہوا مگر انپر سختیاں اور بے رحمیاں چودھویں صدی کے آغاز میں شروع ہوئیں۔ مذہبی عدالت نے انمیں سے اُنوں کو جلا دیا کہ جتنے اُسکے ہاتھ لگ سکے پوپ انوسنٹ ہشتم نے ایک جڑھ سے اکھاڑ دینے والا جہاد انکے برخلاف کھڑا کر دیا جس نے ۱۸ ہزار کو قتل کر ڈالا۔ مختصر تاریخ محکمہ تفتیش کے مصنف نے مندرجہ ذیل شہادت سموئیل مار سینڈ کی اپنی کتاب میں لکھی ہے جو بمقام سوسے ان دنوں میں انگریزی سفیر تھا۔ اسکا بیان ہے کہ اس گروہ کے معلمین کے سر اور چھاتیاں کاٹ لی گئیں۔ پھر اسپر خوشی کے نعرے بلند کیئے گئے اور ان چیزوں کو کھا لیا گیا۔ بعضوں کے نازک سے نازک حصوں پر آگ لگادی گئی عورتوں کو چقماق کے ذریعہ چیر ڈالا گیا۔ لوگوں کے اعضا کاٹ کر

آگ میں ڈالے گئے۔ اور انکے ناخن موچنوں کے ذریعہ اکھاڑ لیئے گئے نیم مردہ آدمیوں کو گھوڑوں کی دُموں سے باندھ دیا جاتا تھا اور نوکیلی چٹانوں پر وہ گھوڑے انکو لیئے پھرتے تھے جس سے انکے جسموں کا گوشت ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا تھا۔ نوجوان عورتوں کی شرمگاہوں اور نازک سے نازک حصوں میں برچھے مار کر انکو جھنڈوں کی طرح اُٹھائے پھرتے تھے۔ زندہ آدمیوں کے مونہوں میں انہی کے کٹے ہوئے اعضاء ڈالے جاتے تھے۔ عورتیں بڑے بڑے ٹیلوں اور کراڑوں پر سے گرائی جاتی تھیں اور راستہ میں ابھی زندہ ہی ہوتی تھیں کہ انکے اعضاء درختوں میں پھنس جاتے تھے اور وہاں وہ آہستہ آہستہ بھوک پیاس اور اپنے زخموں کی وجہ سے ہلاک ہو جاتی تھیں۔ شیر خوار بچّوں کو انکے گہواروں میں سے زبردستی نکال لیا جاتا تھا اور جوش مذہبی سے دیوانہ ہوئے ہوئے کیتھولک لوگ صرف اپنے ہاتھوں کے ذریعہ بغیر کسی ہتھیار کے انکے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتے تھے۔ نوجوان لڑکیاں زندہ بھون کر کباب کر دیجاتی تھیں اور قبل اسکے کہ مر جائیں انکی چھاتیاں انسے کاٹ لیجاتی تھیں اور کھائی جاتی تھیں۔ مردوں کے ناک کان اور دوسرے اعضاء کاٹ لیئے جاتے تھے۔ آدمیوں کے مونہوں میں بارود بھر کر آگ لگا دیجاتی تھی۔ بعضوں کی زندہ کھال اُدھیڑ لیجاتی تھی۔ یا مار مار کر انکے بھیجے نکال دیئے جاتے تھے۔ بعضوں کو بھون کر کھایا جاتا تھا۔ آدمیوں کو ستونوں سے باندھ کر جلا دیا جاتا تھا یا غرق کر دیا جاتا تھا۔ انکے دل کاٹ کر نکال لیئے جاتے تھے۔ انکے چہرے بگاڑ دیئے جاتے تھے اور انکے جسموں کے سیکڑوں ٹکڑے کر ڈالے جاتے تھے"

چودہ سَو سال کے عرصہ میں عیسائی مذہب نے اپنے پیرؤوں کو رحم کا سبق سکھانے میں کہاں تک کامیابی حاصل کی!!!

ایلبیجنسیز کا نام اسوجہ سے پڑگیا کہ وہ جنوبی فرانس کے صوبہ ایلبیجانس میں خاص کر کے رہتے تھے۔ کہتے ہیں کہ یہ لوگ بڑے امن پسند اور فرخندہ حال تھے مگر بڑی بیرحمی سے انکی جڑھیں کاٹ دی گئیں انپر کئی فتاوی جرائم لگائے گئے لیکن وہ بچ رہے مگر آخر کار محکمہ تفتیش کے کارندے شکنجے اور آگ میں جلانیوالے اوزار لیکر انکے درمیان آحاضر ہوئے ۱۲۰۸ء میں پوپ کا ایک ایلچی یہاں قتل ہو گیا تھا۔ اسلیئے انکی بیخکنی کے لیئے ہی ایک کافی

بہانہ ہاتھ لگ گیا انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا میں البیجنسیز کے آرٹیکل پر مضمون لکھنے والا بیان کرتا ہے "کہ اس فرقہ کی بیخ اُکھاڑنیکے لیئے جو خونی لڑائی اب شروع ہوئی اسکی نظیر دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ جب کوئی شہر فتح ہوجاتا تو اسکے زن و مرد کو بغیر کسی تمیز کے قتل کرڈالا جاتا اور فاتح فوج میں کیتھولک پادریوں نے جو بہت بڑی تعداد میں موجود تھے خاص کرکے اپنی درندگی کو دکھلایا۔ ۲۲ جولائی ۱۲۰۹ء کو جبکہ بے زیرس کا شہر فتح ہوا تو کسی نے پادری آرنلڈ سے پوچھا کہ دینداروں اور بیدینوں میں کسطرح تمیز کیجاوے جسکا جواب پادری صاحب نے ایسی درندگی سے دیا جو ہمیشہ کیلیئے یادگار رہیگا۔ کہ سب کو قتل کرڈالو۔ خدا اپنے بندوں کو خود پہچان لیگا۔ کئی سال تک یہ وحشیانہ لڑائی جاری رہی اور دینداروں کی فوج کا سردار سائیمن ڈی مانٹفورڈ تھا۔" اس مصنف کا بیان ہے کہ جب ٹولوز کے نواب نے اپنی عملداری میں بھی بمقام لینگوا ڈک اس مذہبی عدالت کو جاری کیا تو اس فرقہ کا نام و نشان جاتا رہا۔

۱۵۲۵ء میں ہیوگونوز کے برخلاف باقاعدہ طور سے سختی اور ایذا دہی شروع ہوئی اس سال میں پوپ نے انکے خلاف مذہبی عدالت کو قائم کیا اور لوگ مذہبی فرقہ بندیوں کی وجہ سے پھانسی اور آگ کا شکار ہونے لگے۔ پادریوں نے ان ملحدین کے برخلاف انکے قتل کرنیکے لیئے اسقدر زور شور سے وعظ کیا۔ کہ عوام الناس جوش سے بھر گئے اور جہاں کہیں انہیں ہیوگونوز ملتے وہیں وہ مار ڈالتے۔ قریبًا اڑھائی صدیوں تک یہ خوفناک قصابی جاری رہی یہانتک کہ ۱۷۸۹ء میں جبکہ فرانس میں انقلاب شروع ہوا اسوقت انکو پوری مذہبی آزادی ملی۔ فرانسیسی بادشاہ کی لڑکی اور ہیوگونوز شہزادہ ہنری کی شادی کے موقع پر بڑی دھوکہ دہی سے کام لیا گیا اور پیرس اور دوسرے صوبوں میں ہیوگونوز فرقہ کے لوگوں کو بڑی سنگدلانہ طور سے قتل کیا گیا اور قریبًا بیس ہزار آدمی اس فرقہ کے اُسی دن قتل کرڈالے گئے۔ اس قتل عام پر پوپ اور تمام رومن کیتھولک پادری بہت خوش ہوئے۔ اس واقعہ کے چار ماہ بعد پوپ گریگوری نے بڑے اطمینان قلب سے فرانس کے ایک بڑے پادری کا وعظ سُنا جس نے اثنائے وعظ میں بیان کیا "کہ وہ دن ایسا خوشی سے بھرا ہوا تھا کہ پوپ نے جب اس خبر کو سنا تو اس نے سجدہ اپنی رسم کے مطابق ادا کیا۔ اس رات ستارے

بڑے زور سے چمک رہے تھے اور دریائے سین کے پانی بڑے تختہ سے چلتے تھے تاکہ وہ ان ناپاک آدمیوں کی لاشوں کو سمندر میں پھینک دیں" مختصر تاریخ انگو بریلشن بادشاہ اور پوپ نے ایک دوسرے کو مبارک باد دی۔ یہ تھے کلیسیا کے خیالات اس قتل عام کی نسبت!

لوئش چہاردہم کے عہد میں ہیوگونوز پر ظلم اور سختی نے پھر خطرناک شکل اختیار کرلی کرٹنز تاریخ کلیسیا میں لکھتا ہے کہ ان ظلموں کی وجہ سے اس آخری جہاد میں فرانس کی پانچ لاکھ کے قریب سب سے اچھی رعایا تباہ ہوئی۔ بعض تو لڑائیوں میں مارے گئے۔ بعض جلائے گئے۔ بعض کے تلوار سے سر کاٹے گئے اور بعض اعضا شکن چرخ اور پھانسی کا شکار ہوئے اور بعض ملک چھوڑ گئے" جب ہیوگونوز طاقتور ہو جاتے اور انکا داؤ چلتا تو وہ بھی ایسے ہی مظالم کے مرتکب ہوتے تھے۔ تمام عیسائی فرقوں میں ایک ہی روح کام کرتی تھی اور جسکو کچھ طاقت حاصل ہو جاتی تھی وہی دوسروں کی اذیت کے درپے ہو جاتا تھا۔ یہ تو رومن کیتھولک مذہب کے ظلم کے خطرناک نظارے ہیں مگر جب پراٹسٹنٹوں کے ہاتھ دنیاوی حکومت آگئی تو وہ بھی اپنے رومن کیتھولک بھائیوں سے پیچھے نہ رہے۔ جو جو ظلم کیتھولک لوگوں نے لیوتھر اور کالون کے الحادوں اور بدعتوں کے مٹانے کیلئے کیئے وہی ظلم بلکہ اس سے بھی زیادہ پراٹسٹنٹوں نے ان لوگوں پر کیئے جو انکے عقائد پر ایمان نہ لائے تھے پہلے پہلے پراٹسٹنٹوں کی حکومت نذرلینڈز میں قائم ہوئی اور انہوں نے وہی قانون پھر جاری کیئے جنکی وجہ سے خود ایک عرصہ پہلے سخت اذیتیں برداشت کر چکے تھے۔ محض شک پر لوگوں کو پکڑ لیا جاتا اور انپر تشدد کیا جاتا یہانتک کہ انکے مُنہ سے وہ کچھ نکلوا لیا جاتا جو کہ سزا دہندگان کا منشا ہوتا تھا۔ یہانتک کہ اس صوبہ کے بعض بڑے بڑے آدمیوں کو مجرم گردانا گیا جھوٹی قسموں کے کھانے پر انہیں وعدہ دیا گیا تھا کہ تمہاری جانیں بچائی جائیں گی مگر سنوئی نے حکم دیا کہ انکو زندہ ہی جلا دو" اذیت پہنچانیکے طریقوں میں پراٹسٹنٹوں نے سُستی نہیں کی۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ اگر کوئی ایجاد یا نئی بات دریافت ہوتی تو وہ اختلاف مذہب رکھنے والوں کو اذیت پہنچانیکا کوئی نیا طریق ہی ہوتا۔ کالونسٹ لوگ رومن کیتھولک اور پراٹسٹنٹ ہر دو پر ظلم کرتے تھے ایک پراٹسٹنٹ مورخ کا قول ہے کہ " ان جرائم کے

حالات پڑھکر بدن پر لرزہ پڑ جاتا ہے اور دل میں غیظ و غضب اور نفرت کے خیال پیدا ہوتے ہیں" آرمینیس فرقہ کے پراٹسٹنٹوں کے سات سَو قبیلے جلاوطن کر دیئے گئے۔ اینا بپٹسٹوں کی بھی بُری طرح سے خبر لیگئی۔ کالون مذہب کے پادریوں کا حکم تھا کہ بدعت اور الحاد کو آگ اور تلوار سے مٹانا چاہیئے۔ لیوتھر نے خود ہسی کے نواب کو لکھا کہ جو شخص صرف ہمارے مذہب کے عقائد کو ہی نہیں مانتا۔ بلکہ ان عقائد میں سے ایک کو بھی جو بائبل مقدس سے لیا گیا ہو۔ یا جو تمام کلیسیا کا مانا ہوا اصول ہو۔ تو ایسے شخص کو نہ صرف ملحد ہی سمجھنا چاہیئے بلکہ وہ خدا کا منکر ہے۔ ایسے لوگوں سے بحث و مباحثہ میں وقت ضائع کرنا ضروری نہیں۔ انکو کفر کی سزا دینی چاہیئے"

سوئٹزرلینڈ کے پراٹسٹنٹ لوگ ان لوگوں کو بوریوں میں باندھ کر دریائے رائین میں پھینک دیتے اور یہ کہتے "کہ ہم توانہیں انہی کے مشہور قول کے موافق بپتسمہ دیتے ہیں" کالون نے ایک رسالہ لکھا جسکا نام یہ ظاہر کرتا ہے کہ ایک دوسرے کے خلاف کسقدر جوش بھرا ہوا تھا اس کتاب کا نام ہے "میکائیل سرٹیٹس کی واقعی غلطیوں کا حال جس میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ ملحدین کو صرف تلوار سے ہی بند کرنا چاہیئے" آئیسلینڈ میں پراٹسٹنٹ مذہب تلوار کے ذریعہ داخل کیا گیا۔ آئرلینڈ میں رومن کیتھولک لوگوں پر بہت بہت سختیاں روا رکھی گئیں۔ اور انکے برخلاف بڑے بڑے سخت قانون پاس کیئے گئے۔ مورخ لیکی کا بیان ہے کہ کئی متواتر عہد حکومتوں میں پرسبی ٹیرینیس ایک عرصہ تک قید کیئے جاتے رہے۔ پھر جلتے ہوئے لوہے سے داغ دیئے جاتے۔ انکے اعضاء کاٹ دیئے جاتے۔ کوڑوں سے مروائے جاتے رہے اور بعض دفعہ انکو کاٹھ میں کھینچکر لوگوں کو دکھایا جاتا۔ بہت سے کیتھولک مذہب کے لوگوں کو جھوٹے بہانوں سے سولی پر چڑھایا جاتا تھا اور سیاست کیجاتی تھی۔ اینا بپٹسٹس اور ایرینز کو زندہ ہی جلا دیا جاتا تھا" پھر وہی مورخ لکھتا ہے کہ سکاٹ لینڈ میں جبکہ سٹوارٹ خاندان کی حکومت انگلستان میں تھی۔ تو انگریزی گورنمنٹ نے ایک ایسا ظلم اور تشدد جاری کیا جو ان دوسرے مظالم سے جن کا تاریخ میں ذکر ہے کسی طرح کم نہیں جسکے محرک سکاٹ لینڈ کے پادری ہی تھے مگر انگریزی

کلیسیا کی رضامندی سے یعنی اُن تمام لوگوں کو قابل مواخذہ سمجھا جاتا تھا جو شاہی مذہب کے خلاف ہوتے تھے۔ اگر کسی گھر میں کسی نے عبادت کر لی ہے اور اس وقت کیلئے وہ گھر ہی گرجا بنا لیا ہے تو اس واعظ کیلئے سزائے موت مقرر تھی۔ اور اگر وہ لوگ کھلی ہوا میں باہر جا کر عبادت کرتے تو ہر دو واعظ اور سامعین کیلئے سزائے موت مقرر تھی۔ جس طرح کسی بڑے مجرم کی تفتیش کیجاتی ہے اسی طرح پر پریسبیٹیرینز کی پہاڑوں میں تلاش کیجاتی تھی۔ انکے کان جڑھ سے اکھاڑ لیئے جاتے تھے۔ اور انکو سرخ لوہے سے داغ دیا جاتا تھا۔ انکی انگلیاں انگوٹھے کی سزا دینے والے آلہ کے ذریعہ نکال لیجاتی تھیں۔ ان کی ٹانگوں کی ہڈیاں انکے بوٹوں کے اندر ہی توڑ دیجاتی تھیں۔ عورتوں کو شارع عام میں کوڑے مارے جاتے تھے۔" وہی مصنف فرانس میں پراٹسٹنٹوں کے غلبہ کو بیان کرتا ہوا لکھتا ہے "کہ فرانس میں جب چند شہروں کی حکومت پراٹسٹنٹوں کو رعایتاً دیگئی تو انہوں نے فوراً رومن کیتھولک مذہب کے اڑانے کے لیئے اپنی تمام طاقت کو صرف کرنا شروع کر دیا۔ سویڈن میں جو شخص اقرار آگسبرگ کی کسی ایک بات کی بھی مخالفت کرتا تھا یا نہ مانتا تھا تو وہ فوراً جلاوطن کر دیا جاتا تھا۔ سوئٹزرلینڈ بلجیم۔ سیکسنی اور سکاٹ لینڈ میں معمولی ججوں کو اختیار تھا کہ ملحدین کو پکڑ کر سزا دیدیں۔ ہسی کے نواب کو لکھتے ہوئے خود لیوتھر نے کہا تھا کہ ایسا کرنا چاہیئے۔ کالون بیزا اور جربین ہر سہ اشخاص نے اس بات کے ثبوت میں کتابیں لکھیں کہ دوسرے مذاہب اور فرقوں پر ظلم کرنا اور زبردستی کرنا قانوناً جائز ہے"

پراٹسٹنٹوں نے کوایکرز پر سختی کی۔ ۱۶۶۲ء میں انگلستان میں ۴۲۰۰ کوایکرز قید کر دیئے گئے۔ بہ سبب بدسلوکی کے سیکڑوں قیدخانہ میں ہی مر گئے۔ ہنری مارشل نے خطبہ پڑھتے ہوئے کہا کہ ایک کوایکر بھی انگلینڈ میں زندہ نہیں رہنا چاہیئے۔ مورخ سیول عدالت کے ایک ریکارڈ کیپر کی رائے بیان کرتا ہے "کہ ابتک مجھے علم نہ تھا کہ کیوں اہل سپین اپنے درمیان محکمہ تفتیش کو جائز رکھتے تھے اور مجھے اسکی خوبی کا پتہ نہ تھا۔ حقیقت الامر یہ ہے کہ ہمارے ملک میں کبھی امن نہ ہوگا جبتک کہ ہم بھی اپنے ملک میں محکمہ تفتیش کو رواج نہ دیں" امریکہ میں بھی بیچارے کوایکروں پر وہی مصیبتیں اور بلائیں نازل ہوئیں جو انگلینڈ

میں ہوئی تھیں۔ ریاست کنکٹیکٹ میں انپر جرمانے کیئے گئے۔ انہیں قید کیا گیا۔ جلا وطن کیا گیا۔ کوڑوں سے پٹوایا گیا اور گرم سرخ لوہے سے داغ دیئے گئے۔ کان کاٹے گئے اور انکو سولی پر کھینچا گیا اور انکے مال و اسباب ضبط کر لیئے گئے۔ ریاست میسچوزٹس میں انہیں شہر بشہر نکالا گیا۔ ان ظلموں کی فہرست اسقدر لمبی ہے کہ یہاں اس کا بیان کرنا ناممکن ہے۔ ہاں ان تمام واقعات سے جو امر یقینی طور پر پایۂ ثبوت کو پہنچتا ہے اور اسپر کسی کو چون وچرا کی گنجائش نہیں یہ ہے کہ عیسائی فرقوں میں ایک دوسرے کی مخالفت ایسے وحشیانہ اور درندگی کے رنگ میں ظاہر ہوئی ہے جسکی نظیر تاریخ انسانی میں نہیں ملتی۔ رومن کیتھولک لوگوں کو اسوقت اپنے مذہبی عبادات علی الاعلان بجا لانے سے روکنا ان پہلے دنوں کی ظلمت اور ظلم کا ایک شعبہ ہے جبکہ رومن کیتھولک پراٹسٹنٹوں پر اور پراٹسٹنٹ رومن کیتھولک لوگوں پر ظالمانہ تعدیاں کیا کرتے تھے۔

زلزلہ عظیمہ

۲۸۔ دسمبر ۱۹۰۸ء کو اٹلی کے جنوبی حصہ اور جزیرہ سسلی کے اس حصہ میں جو اٹلی کی طرف واقع ہے ایک نہایت ہی خوفناک زلزلہ آیا جسکی مفصل کیفیت تمام اخباروں میں اسوقت تک چھپ چکی ہے۔ اس خوفناک زلزلہ نے دو شہروں کو دنیا سے نام و نشان مٹا دیا اور انکو ایسا کر دیا کہ گویا وہ کبھی تھے ہی نہیں۔ انمیں ایک مسینا ہے جو قریباً ڈیڑھ لاکھ آدمیوں کی آبادی کا شہر تھا اور دوسرا ریگیو ہے جو اٹلی کے جنوب صوبہ کیلبریا میں واقع ہے جسکی آبادی نصف لاکھ کے قریب بیان کیجاتی ہے۔ اس دو لاکھ کی آبادی میں سے جو دونوں شہروں میں تھی۔ صرف دس ہزار آدمی پہلے شہر میں اور چار ہزار آدمی دوسرے شہر میں بچے۔ اور دو لاکھ سوئے ہوئے انسانوں میں سے صرف چودہ ہزار زندہ صبح کو جاگے جو وہ بھی بد حواس ہو کر گھروں سے بھاگ نکلے اور جنکو ان عظیم الشان شہروں اور اسقدر کثیر مخلوق کی تباہی کے بھیانک نظارہ نے دیوانوں کی طرح کر دیا۔ ان دونوں شہروں کے علاوہ بہت سے گاؤں جو ساحل سمندر پر واقع تھے اسی تباہی کا شکار ہو کر نیست و نابود ہو گئے اور ایسی تباہی آئی کہ نہ صرف ساکنین ہی نابود ہو گئے بلکہ انکے مساکن کا بھی نام و نشان نہ رہا۔ یہ اندازہ کیا گیا ہے کہ کل دو لاکھ سے زیادہ انسان اس خوفناک زلزلہ میں مارے گئے۔ اس زلزلہ کی آفت کے ساتھ زمین و آسمان کی اور آفتیں بھی آگئیں

یعنی اول تو سمندر کی ایک لہر تیس فٹ اونچی تین سو فٹ تک خشکی پر چڑھ آئی اور آن کی آن میں ہزاروں انسانوں کو سمندر کی تہ میں جا سُلایا۔ پھر زلزلہ کے ساتھ ہی خوفناک آگ لگی جس نے مرتے ہوؤں کو جلا کر راکھ کر دیا۔ اور اسکے بعد ان بھوکے اور بے سر و سامان انسانوں پر جو موت سے کو بچے ہوئے تھے مگر پہلے ہی دیوانوں کی طرح ہو رہے تھے خطرناک بارش کی مصیبت ٹوٹ پڑی۔ اور زمین سے اور آسمان سے عذاب پر عذاب نازل ہوا۔

گو اٹلی کا جنوبی حصہ زلزلوں کی تباہی کی وجہ سے ممالک دنیا میں اپنی نظیر آپ ہی ہے۔ مگر جسقدر زلزلے پہلے آ چکے ہیں اور جنکا پتہ تاریخ سے چلتا ہے ان تمام میں کوئی زلزلہ سختی اور تباہی کے لحاظ سے اس زلزلہ کی مثل نہیں آیا۔ چنانچہ اس بات کا اعتراف اخبار پایونیر اور دیگر تمام اخبارات میں کیا گیا ہے کہ جسقدر زلزلوں کا تاریخ میں پتہ ملتا ہے۔ انمیں تباہی کے لحاظ سے کوئی زلزلہ اس زلزلہ کو نہیں پہنچتا۔ ان باتوں کی خبر اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک برگزیدہ بندہ کے ذریعہ آج سے تین سال پیشتر بلکہ اس سے بھی زیادہ عرصہ پہلے دی تھی۔ پہلے ایک اشتہار "النداء من وحی السماء" میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک زلزلہ عظیمہ کی خبر دی تھی کہ وہ ایسا زلزلہ آئیگا کہ اسکی نظیر دنیا کی تاریخ میں نہ ہو گی اور پھر یہی پیشگوئی الوصیت میں شائع فرمائی اور بعدہ کتاب حقیقۃ الوحی میں۔ چنانچہ اس آخر الذکر کتاب میں صفحہ ۲۵۶ پر یہ پیشگوئی ذیل کے الفاظ میں موجود ہے جو اس سے مدت پہلے انگریزی میں ترجمہ ہو کر رسالہ میں شائع ہو چکی ہے بلکہ اس رسالہ سے لیکر امریکہ کے بعض اخباروں نے بھی اس پیشگوئی کو شائع کیا جسکا حوالہ انگریزی رسالہ میں موجود ہے پیشگوئی کے الفاظ یہ ہیں۔ "یاد رہے کہ خدا نے مجھے عام طور پر زلزلوں کی خبر دی ہے..... اور بعض ان میں قیامت کا نمونہ ہونگے اور اسقدر موت ہو گی کہ خون کی نہریں چلیں گی۔ اور زمین پر اسقدر سخت تباہی آئیگی کہ اس روز سے کہ انسان پیدا ہوا ایسی تباہی کبھی نہیں آئی ہو گی۔ اور اکثر مقامات زیر و زبر ہو جائیں گے کہ گویا انمیں کبھی آبادی نہ تھی۔ اور اسکے ساتھ اور بھی آفات زمین اور آسمان میں ہولناک صورت میں پیدا ہونگی یہانتک کہ ہر ایک عقلمند کی نظر میں وہ باتیں غیر معمولی ہو جائینگی..... اے یورپ تو بھی امن میں نہیں اور اے ایشیا تو بھی محفوظ نہیں اور اے جزائر کے رہنے والو! کوئی مصنوعی خدا تمھاری مدد نہیں کریگا۔ میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں"

اس زبردست اور کھلی پیشگوئی کے پورا ہونیکا اقرار ہر ایک سمجھدار انسان کو کرنا پڑیگا جسنے سسلی اور اٹلی کے زلزلہ اور ان دوسری آفات ارضی و سماوی کا حال پڑھا ہے جنھوں نے آباد شہروں کو چشم زدن میں ویرانہ کر دیا۔ گویا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صاحب کشف نے یہی نقشہ بعینہٖ برسوں پہلے کھینچدیا تھا جسکا ہم آج جسمانی آنکھوں سے اخباروں میں مطالعہ کرتے ہیں۔ ان الفاظ میں کہ کوئی مصنوعی خدا تمھیں نہیں بچا سکتا یہ اشارہ تھا کہ اس زلزلہ عظیمہ کا نظارہ گاہ وہ ملک ہوگا جہاں اس مصنوعی خدا کا خلیفہ ابتک حکومت کر رہا ہے اور ایسا ہی جزائر کے رہنے والوں کو خصوصیت سے مخاطب کیا گیا ہے۔ کیونکہ سسلی بھی ایک جزیرہ ہے۔ پھر ہندوستان کو مخاطب کرکے فرمایا "میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس ملک کی نوبت بھی قریب آتی جاتی ہے۔ نوح کا زمانہ تمھاری آنکھوں کے سامنے آجائیگا اور لوط کی زمین کا واقعہ تم بچشم خود دیکھ لوگے"۔ سو نوح کا زمانہ تو حیدرآباد کے طوفان میں لوگوں نے دیکھ لیا۔ اور دوسرا حصہ بھی جب اللہ تعالیٰ چاہیگا دکھا دیگا۔

نوٹ

صدر انجمن احمدیہ کا سالانہ جلسہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور احسان سے نہایت کامیابی سے ہوا حاضرین کی تعداد دو ہزار سے اوپر تھی۔ صدر انجمن احمدیہ کی سالانہ رپورٹ جو جلسہ کے موقع پر سنائی گئی تھی۔ الگ طبع ہوگی۔ چودھری رستم علی صاحب - ۱۱۔ جنوری ۱۹۰۹ء کو ہمارے نہایت پیارے اور مکرم دوست اور اس سلسلہ کے اول درجہ کے مخلص چودھری رستم علی صاحب پنشنر انسپکٹر پولیس جنہیں ابھی پانچ ماہ پنشن پر آئے ہوئے گذرے تھے۔ پانچدن کی بیماری کے بعد بعارضہ نمونیا انتقال فرما گئے انا للہ و انا الیہ راجعون۔ چودھری صاحب مرحوم اپنی ذات میں ایک بڑی جماعت کے قائم مقام تھے۔ علاوہ وقتی چندوں کے پچاس روپے ماہوار باقاعدہ اور مستقل طور پر لنگر خانہ مدرسہ اور اشاعت اسلام کیلئے چندہ دیتے تھے۔ اس پیارے دوست کی جدائی پر جو اپنے اخلاص میں ایک بے نظیر آدمی تھا اور حضرت صاحب کے نہایت پرانے مخلصوں اور محبوں میں سے تھا مجھے بہت ہی رنج ہوا ہے مگر اللہ تعالیٰ اپنی حکمتوں اور مصلحتوں کو بہتر سمجھتا ہے ہاں اسی پر ہماری دعا ہے کہ چودھری صاحب مرحوم کی سی ایثار کی روح اور بے نفسی ہم سب میں پیدا کرے۔ آمین۔

مندرجہ ذیل کتب موجودہ بک ڈپو کی طرف ہم شائقین کو خاص طور پر توجہ دلاتے ہیں

یہ کتابیں بذریعہ وی پی (مفصل فہرست اور قیمتوں کیلیے دیکھو دوسری طرف) مینجر میگزین قادیان سے طلب کرو۔

(۱) صداقت و فلسفۂ اسلام پر۔ براہین احمدیہ جس میں نہایت پُر زور دلایل کے ساتھ صداقت اسلام اور آنحضرت کے منجانب اللہ ہونیکو ثابت کیا ہے۔ مکمل کتاب جس میں حصہ چہارم وہ اصل نسخہ ہی جو حضرت اقدس نے ۱۸۸۴ء میں چھپوایا تھا ہے کو ملتی ہے۔ اسلام کا فلسفہ وہ لطیف لیکچر جو پانچ سوالوں کے جواب میں جلسہ اعظم مذاہب میں حضرت اقدس کی طرف سے پڑھا گیا تھا جیبی تقطیع قیمت ۲ر۔ رپورٹ جلسہ اعظم مذاہب جس میں علاوہ مذکورہ بالا لیکچر کے دیگر مذاہب کے جواب بھی ہیں ۴۷۰ صفحے قیمت ۸ر۔ ریویو آف ریلیجنز کی پہلی جلدیں جنہیں علاوہ دیگر مذاہب جیسے عیسائیت آریہ مذہب وغیرہ کی تردید کے بعد مفصل اور مبسوط مضامین صداقت اسلام پر لکھے گئے ہیں جیسے جلد ۱۹۰۲ء میں عصمت انبیاء پر۔ جلد ۱۹۰۳ء میں دعا کی حقیقت اسلام کی حقیقت اور برکات۔ روح القدس ملائکہ۔ وحی الٰہی کی ضرورت جلد ۱۹۰۵ء میں۔ پردہ۔ تعدد ازدواج طلاق۔ غلامی پر۔ جلد ۱۹۰۶ء میں۔ سود۔ قانون وراثت اور احادیث کی صداقت پر۔ جلد ۱۹۰۸ء میں قرآن کریم کی حفاظت اور جمع۔ قرأتوں اور ناسخ و منسوخ پر۔ فی جلد ۳؎۔ (۲) عیسائی مذہب پر۔ سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب ۲ر۔ جنگ مقدس۔ قابل دید کتاب ہے ۱۶ر۔ نور القرآن حصہ اول ۲ر حصہ دوم ۴ر۔ ابطال الوہیت مسیح ۱ر (۳) آریہ مذہب پر۔ سرمہ چشم آریہ۔ جو آریہ مذہب کے اعتراضوں کے جواب میں اور انکے اصول کی تردید میں ایک لاثانی کتاب ہے ۲۵۰ صفحے قیمت ۱۲ر۔ نور الدین ترک اسلام کے ۱۴۱ سوالونکا لاجواب جواب ہے جو علامہ حکیم نور الدین صاحب کی تصنیف ہے ۲۵۶ صفحے قیمت ۸ر۔ آریہ دھرم جس میں نیوگ پر بحث ہے ۴ر۔ نسیم دعوت ۳ر (۴) شیعہ مذہب پر۔ خلافت راشدہ حصہ اول ۱۸۰ صفحے ۸ر حصہ دوم ۸۰ ۴ر مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کی لطیف تصنیف جنہیں شیعہ مذہب کی ایسی تردید کیگئی ہے جسکا جواب کسی شیعہ سے بن نہیں سکا بحث کا اسلوب بالکل نیا ہی۔ خطوط شیعہ کا جواب ۲ر (۵) سکھ مذہب پر۔ ست بچن ۲۰۰ صفحے قیمت ۱۰ر اس کتاب میں یہ ثابت کیا گیا ہی کہ باوا نانک صاحب اسلامی طریق کے پیرو تھے سکھ مذہب پر حجت قاطع ہے (۶) سلسلہ احمدیہ کی حقیقت میں عسل مصفیٰ قابل دید کتاب ۸۲۸ صفحوں کی ہی جو بسبب ایک جامع کتاب ہونیکے ہر ایک احمدی کے ہاتھ میں ہونی چاہیئے سلسلہ احمدیہ کے متعلق ہر ایک مسئلہ پر اور احادیث تفاسیر وغیرہ کے تمام اقوال پر سیر کن بحث ہے باقی کیلیے دیکھو مفصل فہرست۔ (۷) لغات القرآن۔ ایک نہایت قابل قدر لغات قرآن شریف کی ہی جس میں بالمقابل کالموں میں معتبر لغات عربی اور اسکا اردو ترجمہ دیئے گئے ہیں۔ قرآن شریف کا ترجمہ سیکھنے کیلیے از بس ضروری ہے۔ حصہ اول ۴۸۴ صفحے قیمت ۳ر حصہ دوم ۶۰۸ صفحے قیمت ۳ر (۸) یسرنا القرآن۔ یہ اگرچہ بچوں کا قاعدہ ہے مگر ایک نہایت مفید چیز ہے جس سے بچوں کو قرآن شریف کے پڑھنے میں اعلیٰ درجہ کی سہولت ہوگی ہر چہ ماہ میں بچہ قرآن شریف پڑھ لیتا ہے۔

مندرجہ ذیل کتابیں دفتر میگزین قادیان ضلع گورداسپور سے بذریعہ قیمت طلب ویلیو پی ایبل مل سکتی ہیں انکا مطالعہ مذہبی تحقیقات اور تاریخی معلومات اور مخالفین کے اعتراضات کی تردید کیلئے نہایت ضروری ہے۔ مشرح فہرست۔ ار کا ٹکٹ بھیجنے پر ارسال خدمت ہوگی

کتاب		قیمت
انوار اللہ	اردو	۸ر
اجرومہ	عربی	۰ر
الذکر یعنی ترجمہ نماز و دعائے الہیہ		۲ر
پارہ الٓمٓ	عربی	۲ر
پنج ارکان اسلام	اردو	ار
تفسیر جلالین	عربی	عہ۸ر
تفسیر فوز الکبیر	عربی فارسی	۲ر
تقریر جلسہ مذاہب جیبی تقطیع	اردو	۲ر
جام شہادت۔	اردو	۰ر
حمائل مترجم	فارسی	عہ
رپورٹ جلسہ اعظم مذاہب	اردو	۸ر
سلسلہ دینیہ۔	"	۶ر
سلاسل القرأۃ۔	عربی نمبر۱	۴ر
"	نمبر۲	۸ر
"	نمبر۳	۱۲ر
"	نمبر۴	۱۳ر
آریہ دھرم	اردو	۴ر
دینیات کا پہلا رسالہ	"	ار
طریق النجات	نمبر۱	۸ر
"	نمبر۲	۷ر
"	نمبر۳	۸ر
"	نمبر۴	۶ار
عسل مصفّٰی	اردو	عہ ۸ر

کتاب		قیمت
قاعدہ عربی اردو		ار
قرآن شریف مترجم مع تفسیر حسینی		عہ
مسک العارف	اردو	۱۰ر
نشان آسمانی	"	۲ر
واقعات صحیحہ	"	ار
یسرنا القرآن	حصہ اول	ار
"	دوم	ار
"	سوم	ار
ہدیۂ ثاقب	اردو	۲ر
الہدیٰ	عربی	۶ر
الحق لدھیانہ	اردو	
" دہلی	"	۸ر
اعجاز احمدی۔	عربی	۳ر
احسن الکلام	اردو	—ر
ابطال الوہیت مسیح	"	ار
آیات الرحمٰن	"	۸ر
دعوت الحق		۵ر
شرح ترمذی	نمبر۱	عہ
	نمبر۲	عہ
احمدی کا من نظم پنجابی		ار
براہین احمدیہ حصہ اول		۵ر
" دوم		۴ر
" سوم		۱۰ر

کتاب		قیمت
تذکرۃ الشہادتین	اردو	۵ر
"	فارسی	۳ر
تحفہ قیصریہ	اردو	۲ر
تحفۃ الندوہ	"	۰ر
تقریریں	"	۲ر
تقریروں کا مجموعہ	"	۳ر
سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب	"	۲ر
جنگ مقدس عیسائیوں سے مباحثہ		۶ر
حمامۃ البشریٰ حصہ اول عربی		۸ر
حجۃ الاسلام	اردو	ار
خطوط شیعہ کا جواب	"	۲ر
خطبہ الہامیہ عربی مع ترجمہ فارسی اردو		عہ
خلافت راشدہ حصہ اول اردو		۸ر
" دوم	"	۴ر
خزینۃ المعارف حصہ اول و دوم		۴ر
" سوم چہلم	"	۸ر
اعلام الناس حصہ دوم		۴ر
دعوت دہلی	اردو	۴ر
دعوت الندوہ		۱۰ر
راز حقیقت	"	ار
براہین احمدیہ حصہ چہارم*		عہ
مکمل براہین احمدیہ	اردو	۳ر
سرمہ چشم آریہ	"	۱۲ر
مکتوبات و خطبات محمدیہ۔	"	۴ر

کتاب		قیمت
شہادۃ القرآن	اردو	۴ر
صیان القرآن	"	۳ر
کشف الغطاء	"	۲ر
لغات القرآن حصہ اول		عہ
" حصہ دوم		عہ۸ر
لیکچر سیالکوٹ	اردو	۱۰ر
لاہور مہوتسو	"	۴ر
مشکوٰۃ الانوار	عربی	۴ر
مواہب الرحمٰن	"	۴ر
مبادی الصرف		۱۰ر
نسیم دعوت	اردو	۳ر
نور القرآن حصہ اول	"	۲ر
" دوم	"	۴ر
ہدیہ سعدیہ	عربی	۲ر
فصل حق	اردو	ار
سیرۃ المسیح	"	۸ر
آسمانی فیصلہ	"	۲ر
دافع البلاء		ار
نجیۃ الطالب	عربی	ار
شفاء السقام		عہ
ست بچن	اردو	۱۰ر

صبر جمیل بر قول جلیل - ایک دلچسپ نظم مولوی خلیل سہارنپوری کے اعتراضوں کے جواب میں ۰ر

نوٹ - ان قیمتوں میں محصول ڈاک شامل نہیں -

* براہین احمدیہ کا حصہ چہارم اصل نسخہ ہے جو حضرت اقدس نے ۱۸۸۴ء میں چھپوایا تھا - باقی تین حصے بڑے اہتمام سے دوبارہ چھپوائے گئے ہیں۔
مکمل براہین احمدیہ جس میں جلد چہارم بار اول کی چھپی ہوئی ہے سے ؍ کو دفتر میگزین سے مل سکتی ہے۔

تمام خط و کتابت ان کتابوں کے متعلق دفتر میگزین قادیان سے ہونی چاہیئے۔